از قلم

جمشید عالم عبد السلام سلفی

نظر ثانی

شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ مدنی

○○○

ناشر

مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڈھ، سدھارتھ نگر، یوپی

نام کتاب	:	عقیدۂ رسالت
تالیف	:	جمشید عالم سلفی
نظر ثانی	:	شفیق الرحمٰن مدنی
ناشر	:	مکتبۃ السلام
سالِ اشاعت	:	جنوری ۲۰۱۸ء
صفحات	:	80
کمپوزنگ	:	زاہد اختر
ڈیزائننگ	:	عبدالحسیب خان
باہتمام	:	مولانا عبدالصبور سلفی، مولانا عبدالحکیم مدنی

ملنے کے پتے

مکتبۃ السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

○○○

کلیۃ البنات المسلمات انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

○○○

المعہد الاسلامی انوار العلوم گنجہڑا، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

فہرست موضوعات

□□□

عرض ناشر

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم امابعد:

اللہ رب العالمین نے انسانوں کی رشد وہدایت اور زندگی کی تخلیق کا مقصد بتانے کے لیے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا جس کی آخری کڑی خاتم الانبیاء والمرسلین سیدِ ولدِ آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی لائی ہوئی شریعت ساری دنیا کے لیے عام ہے اور آپ پر ایمان لائے بغیر کسی کا عقیدہ مکمل نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی انسان کامیاب وکامران ہوسکتا ہے۔

انسانی زندگی میں ایمان وعقیدہ کی بڑی اہمیت ہے کیوں کہ ایمان وعقیدہ کی درستی کے بغیر نہ تو کوئی عمل مقبول ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی سعی ثمر بار و فائدہ رساں ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس پر بہت زور دیا ہے۔

ایمان وعقیدہ کی اسی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر محدثین وعلمائے امت نے اس موضوع پر چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں اور ہنوز یہ بابرکت سلسلہ جاری وساری ہے۔ زیر مطالعہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے برادر کبیر مولانا جمشید عالم عبد السلام سلفی رحفظہ اللہ نے ترتیب دیا ہے اور نظر ثانی کے فرائض مولانا شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے انجام دیا ہے۔

اس کتاب میں ایمان کے تیسرے رکن ایمان بالرسل پر سیر حاصل بحث وگفتگو کی گئی ہے، موضوع کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، زبان سلیس وسادہ اور انتہائی عام فہم ہے کہ ہر خاص وعام کی سمجھ میں آجائے، ساری گفتگو تحقیقی انداز میں پیش کی گئی ہے، اور ضعیف وموضوع روایات کا سہارا لینے سے احتراز کیا گیا ہے نیز ذہنوں میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ بھی حسن

وخوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

کتاب کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے ''مکتبۃ السلام'' اسے زیورِ طباعت سے آراستہ وپیراستہ کر رہا ہے۔ مکتبۃ السلام کی یہ اوّلین پیشکش ہے، کافی احتیاط کے باوجود بشری تقاضوں کے پیشِ نظر کمیوں اور خامیوں کا پایا جانا عین ممکن ہے، اس لیے قارئین کرام اور بالخصوص اہلِ علم سے بصد احترام گزارش ہے کہ اگر کوئی خامی یا کمی پائیں تو ادارہ کو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو سکے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کو عوام کے لیے ذریعۂ ہدایت اور مرتب وناشر ودیگر معاونین کے لیے ذریعۂ نجات بنائے آمین

وصلی اللہ علی النبی الکریم۔

خادم کتاب وسنت

حافظ محبوب عالم سلفی

مدیر

مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

ای میل: maktabatussalam1@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہیدی کلمات

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعهم بأحسان إلیٰ یوم الدین، أما بعد:

تمام اعمالِ صالحہ کی قبولیت کا دارومدار عقیدہ کی صحت ودرستی پر ہے۔ اگر انسان کا عقیدہ اسلامی تعلیمات کے موافق اور کجی وانحراف سے پاک ہے تو یہ اس کے لیے بہت بڑی کامیابی اور سعادت وخوش بختی کا باعث ہے۔ اور اگر انسان کا عقیدہ کتاب وسنت کے مخالف ہے یا اس میں کجی وانحراف پائی جا رہی ہے تو یہ بہت ہی گھاٹے کا سودا اور ذلت وخواری کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یومِ آخرت اور اچھی وبری تقدیر پر کتاب وسنت کے مطابق ایمان لانے کا نام ''عقیدہ'' ہے اور انہیں حقائق کو ارکانِ ایمان بھی کہا جاتا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کے مضمون کا تعلق ایمان کے اسی تیسرے رکن یعنی ایمان بالرسل سے ہے۔ کتاب کے اندر عقیدۂ رسالت کے تعلق سے قدرے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کی امتیازی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے اور انبیاء ورسل کے خصائص کو بیان کرتے ہوئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی خصائص کو بھی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے بغیر اخروی کامیابی ناممکن ہے، ساتھ ہی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بھی بات بلا دلیل نہ ذکر کی جائے اور احادیث کے متعلق بھی یہی کوشش رہی ہے کہ صرف صحیح حدیثوں کو مستدل بنایا جائے۔

کتاب پر نظر ثانی کے فرائض رفیقِ محترم مولانا شفیق الرحمٰن ضیاء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے انجام دیا ہے، اپنی مشغولیات کے باوجود آپ نے نہایت عرق ریزی سے اصل مسودہ کا مطالعہ کیا اور اصلاح کی خاطر بیش قیمت مشوروں کے ساتھ ساتھ مناسب اور مفید حذف و اضافہ بھی کیا ہے نیز کتاب کو مفید و لائقِ مطالعہ بنانے میں آپ کا نمایاں کردار رہا ہے۔ اللہ آپ کو اس کا بہترین جزاو بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

ممنون و مشکور ہوں برادر عزیز عبد الصبور سلفی حفظ اللہ کا جن کے تعاون و اشتراک سے یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے، اللہ انہیں اس کا بہتر بدلہ عنایت فرمائے اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور کرے۔ آمین

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کہیں کوئی کمی نظر آئے تو ضرور اس کی نشاندہی کریں، اِنشاء اللہ شکریہ کے ساتھ آئندہ اس کی اصلاح کی جائے گی۔ اللہ اس عمل کو اپنے لیے خالص بنائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین

محتاجِ دُعا
جمشید عالم عبد السلام سلفی
Email: abuafaf9@gmail.com

عقیدہ و رسالت کا معنیٰ و مفہوم

لفظِ عقیدہ ''عَقَدَ'' کے مادہ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ جوڑنے باندھنے اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں، اسی سے ''عقد الحبل'' اور ''**عقد العهد و البيع**'' بولا جاتا ہے یعنی رسّی کو ایک دوسرے سے مضبوط باندھنا، گرہ لگانا نیز بیع اور عہد کو پختہ کرنا۔ اس طرح عقیدہ کا معنیٰ ہوا اعتقاد، پختہ خیال، یقین کامل، ناقابل تردید نظریہ، ایسا فیصلہ یا نظریہ جس کے ماننے والوں کے لیے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو[1] اور شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے رسولوں، یومِ آخرت اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانے کو عقیدہ کہتے ہیں۔

اور رسالت کا معنیٰ اہل لغت نے سفارت، ارسال، پیغام پہنچانا، پیغامبری، پیغامِ الٰہی اور منصبِ پیغمبری وغیرہ بتائے ہیں، نیز پیغام پہنچانے والے کو رسول و نبی کہا جاتا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ''رسالت'' اس سفارت کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب بندوں کے ذریعہ تمام انسانوں تک اپنے احکام و فرامین پہنچانے کے لیے قائم کیا ہے تاکہ حق و باطل کی راہیں نمایاں ہو جائیں اور روزِ قیامت کے لیے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو جائے۔ نیز ''نبوّت'' بھی اسی کو کہتے ہیں۔ گویا انبیاء و رسل کے منصب کو نبوت و رسالت کہا جاتا ہے۔

نبی و رسول اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ اور پاک ستودہ صفات انسان ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی سفارت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے، انہیں ہدایت و رہنمائی اور اپنے احکام و فرامین کی پیغامبری کے لیے چن لیتا ہے نیز انہیں وحی و القاء اور ہم کلامی کے شرف سے نوازتا ہے۔

لغوی طور پر رسول کے معنیٰ مرسَل یعنی بھیجا ہوا کے ہیں اور نبی کے معنیٰ اللہ کا پیغام لوگوں کو سنانے والا یا وحیِ الٰہی کی خبر دینے والا اور بلند شان والا کے ہیں، تاہم دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ویسے زمانۂ قدیم ہی سے علماء کے مابین یہ اختلاف چلا آ رہا ہے کہ اطلاق کے وقت ان دونوں کے مابین اصطلاحی طور پر کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اور اگر فرق ہے تو کیا ہے؟

(۱) دیکھئے: القاموس الوحید مادہ: عقد، صفحہ: ۱۱۰۴

نبی ورسول کے مابین فرق

نبی ورسول کے باہمی فرق کے سلسلہ میں اگر بنظر غائر غور وفکر کیا جائے تو ہمارے سامنے یہ بات آئے گی کہ اصطلاحی طور پر نبی و رسول کے مابین تفریق پائی جاتی ہے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل دو باتیں قابلِ غور ہیں:

اوّل یہ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا، شیطان نے اس کی آرزو میں خلل اندازی کی[1] (الحج:۵۲)

آیتِ کریمہ کے اندر بیک وقت رسول اور نبی کے خصوصی ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔نیز حدیث میں وارد "فلا رسولَ بعدی ولا نبی"[2] کے الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی ورسول کے مابین اصطلاحی طور پر فرق ہے۔

دوم یہ کہ حدیثِ شفاعت وغیرہ میں بصراحت یہ الفاظ آئے ہیں: "یا نوحُ أَنْتَ اوّلُ الرسُلِ إلیٰ الارْضِ"[3] اے نوح! آپ روئے زمین کے پہلے رسول ہیں۔گویا سیدنا نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں اور ان سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نبی تھے جیسا کہ صحیح ابن حبان میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ: "یا رسولَ اللهِ، أنبیٌّ کانَ آدم؟ قال: نعم مکلم، قال: وکم کان بینه وبین نوحٍ؟ قال: عشرةُ قرونٍ" اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ان سے کلام کیا گیا (یعنی اللہ نے ان سے بذریعہ وحی بات کی)، عرض کیا: ان کے اور

(۱) آیتِ کریمہ کا یہ ترجمہ اور مضمون کے اندر موجود دیگر قرآنی آیات کے ترجمے مولانا محمد صاحب جونا گڑھی رحمہ اللہ کے ترجمۂ قرآن سے ماخوذ ہیں۔

(۲) ترمذی الرؤیا باب ذہبت النبوۃ وبقیۃ المبشرات رقم الحدیث: ۲۲۷۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۳۸۲۴، مستدرک حاکم، السراج المنیر فی ترتیب احادیث صحیح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۱۸۲

(۳) بخاری کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم باب قول اللہ تعالیٰ انا ارسلنا نوحا الیٰ قومہ رقم الحدیث: ۳۳۴۰، مسلم کتاب الایمان باب ادنی أہل الجنۃ منزلۃ فیھا رقم الحدیث: ۱۹۴، ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۶۲۳

نوح کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ تھا؟ فرمایا: دس صدیاں۔(۱) اور اب اگر اطلاق کے وقت نبی ورسول کے درمیان فرق نہیں کیا جائے گا تو یہی سمجھا جائے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی رسول ونبی تھے حالانکہ حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کو پہلا رسول کہا گیا ہے۔اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کو پہلا رسول تسلیم کیا جائے گا اور حضرت آدم علیہ السلام کے تعلق سے یہ کہا جائے گا کہ وہ نبی تھے رسول نہیں۔غرض کہ نبی ورسول کے مابین فرق پایا جاتا ہے ورنہ پھر حدیث کی بعید از فہم تاویل کرنی پڑے گی اور حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔جب کی معدودے چندلوگوں کے علاوہ امّت کا کوئی بھی فرد آپ کی نبوت کا منکر نہیں ہے۔

نبی ورسول کی جامع تعریف

اب سوال یہ ہے کہ نبی ورسول کی جامع تعریف کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہم شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قولِ فیصل پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے تمام طرح کے اعتراضات و شبہات کا دفعیہ ہوجاتا ہے اور جو راجحیت کا درجہ بھی رکھتی ہے۔علامہ موصوف لکھتے ہیں:

''نبی وہ ہے جو انسانوں کو وہ باتیں بتلاتا ہے جنہیں اللہ نے اسے بتلائی ہے، اب اگر اس کی بعثت حکم الٰہی کے مخالفین کی طرف ہوئی ہے تا کہ وہ ان کی طرف اللہ کا پیغام پہنچائے تو وہ ''رسول'' ہے، لیکن اگر وہ قدیم شریعت پر عامل ہے اور مخالفین کی طرف اس کی بعثت نہیں ہوئی ہے تو وہ ''نبی'' ہوگا۔ارشاد الٰہی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا، شیطان نے اس کی آرزو میں خلل اندازی کی۔(الحج:۵۲)

یہاں ارسال، جو ہر دونوع کو عام ہے، کا ذکر فرماکر ان میں سے ایک کو اس طرح خاص کیا ہے کہ وہ رسول ہے اور یہی وہ رسولِ مطلق ہے جو اللہ کے مخالفین کی طرف تبلیغِ رسالت پر مامور ہے۔جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے رسول ہیں جو اہل

(۱) صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۱۹۰، شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''السلسلۃ الصحیحۃ'' ج:۶ ص:۳۵۹ رقم الحدیث: ۲۶۶۸ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

زمین کی طرف مبعوث ہوئے اوران سے پہلے جو تھے نبی تھے۔فرمانِ الٰہی:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِيٍّ

اس بات کی دلیل ہے کی نبی بھی مرسل ہوتا ہے،لیکن اطلاق کے وقت وہ رسول سے موسوم نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ کسی قوم کی طرف ایسی باتوں کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا ہے جن سے وہ واقف نہ ہوں۔اسی طرح ''رسول'' ہونے کے لیے شریعتِ جدیدہ کا حامل ہونا بھی ضروری نہیں ہے،اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام رسول ہونے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے اور حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام شریعتِ تورات پر تھے باوجود یہ کہ دونوں بزرگ رسول تھے''(۱)

معلوم ہوا رسول وہ ہیں جن کی بعثت موافقین ومخالفین کی طرف ہوئی ہوتا کہ وہ ان کی طرف اللہ کا پیغام پہنچائیں خواہ وہ شریعتِ جدیدہ کے حامل ہوں یا نہ ہوں اور خواہ ان پر کتاب کا نزول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور نبی وہ ہیں جن کی بعثت قدیم شریعت کے عاملین کی طرف ہوئی ہوتا کہ انہیں احکامِ الٰہی دوبارہ بتائیں اور اس کی تجدید کریں اور ان کی بعثت مخالفین کی طرف نہ ہوئی ہو۔پس ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ:

نبی ورسول کے باہمی فرق کے بعد اس سلسلے میں ایک شبہے کا ازالہ بھی کر دینا ازبس ضروری ہے۔قرآن کریم میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ:لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔

اس آیتِ کریمہ کو دلیل بنا کر بعض منکرین ختم نبوت ورسالت نے یہ شوشہ نکالا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں خاتم الرسل نہیں ہیں،اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا ہے مگر رسالت کا سلسلہ قیامت تک کے لیے باقی ہے لہٰذا رسول بدستور

(۱) ماخوذ از: کتاب النبوات ص:۲:۱۷۲-۱۷۳ ملخصاً

آتے رہیں گے،العیاذ باللہ۔اسی اعتراض کو سامنے رکھ کر نبی ورسول کے مابین عدم تفریق کے قائلین کا کہنا ہے کہ نبی ورسول کے مابین فرق کو باقی رکھنا دراصل منکرین ختم نبوت ورسالت کے لیے گنجائش پیدا کرنا ہے۔مگر اس اعتراض یا شبہے کا ازالہ ہم تین طرح سے کر سکتے ہیں:

پہلی صورت تو یہ ہے کہ نبی ورسول کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت پائی جاتی ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر رسول لازماً نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا لازمی نہیں ہے۔اس طرح امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اگر خاتم الانبیاء ہیں تو خاتم الرسل بدرجۂ اولیٰ ہوئے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حدیث مستقل حجت کا درجہ رکھتی ہے اور صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بصراحت مروی ہے کہ: ''إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی'' یقیناً رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔(۱)

تیسری صورت یہ ہے کہ ختمِ نبوت ورسالت پر علمائے اسلام کا اجماع واتفاق ہے لہٰذا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول ونبی کی بعثت نہیں ہوگی۔

رسالت کی ضرورت واہمیت

وہ کون سے اصول وضوابط ہیں جنھیں اپنا کر انسان فوز وفلاح سے ہمکنار ہو جائے اور معراجِ انسانیت کو پالے؟ حیاتِ انسانی کا یہ وہ اہم باب ہے جس کی تشکیل عقل انسانی کے بس کی بات نہیں اور یہ واضح ومبرہن بات ہے کہ انسانی عقل چاہے جتنی حدِّ کمال کو پہنچ جائے پھر بھی وہ اپنی وضع کردہ قوانین کے ذریعہ بندوں کی رہنمائی نہیں کر سکتی ہے اور نہ مالکِ حقیقی کے مخصوص واجبی حقوق کی تفصیلات ہی معلوم کر سکتی ہے۔

دنیا بھر کے تمام مفکرین ومقننین ایک جگہ جمع ہو کر ہر طرح کی احتیاطوں کو بروئے کار لا کر تہذیب وثقافت،تمدن ومعاشرت اور اجتماعی وانفرادی زندگی گزارنے کے اصول وضوابط منضبط کر لیں پھر بھی ان میں مخصوص زمانے کی عدمِ نمائندگی،تضاد بیانی،کجی وکمی،نقص وعیب اور اختلاف وپراگندگی کا پایا جانا ضروری ہے۔کیونکہ یہ ایک تسلیم شدہ علمی حقیقت ہے کہ انسانی

(۱) ترمذی الرؤیا باب ذہبت النبوۃ وبقیۃ المبشرات رقم الحدیث:۲۲۷۲،مسند احمد رقم الحدیث:۱۳۸۲۴،مستدرک حاکم، السراج المنیر فی ترتیب احادیث صحیح الجامع الصغیر ج۲ ص ۱۱۸۲

عقلیں خطا ونسیان کا شکار ہوسکتی ہیں، ان سے کجی وانحراف کا صدور ہوسکتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انسانی عقلیں آپس میں ایک دوسرے سے متفاوت ثابت ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے دنیا کے سامنے تضادات سے پاک کوئی ابدی قانون جو فطرتِ انسانی اور ہر وقت وزمانے کے مطابق ہو، پیش کر پانا محال وناممکن ہے۔

آج دنیا میں جو علمی وسائنسی تغیرات ہوتے رہتے ہیں یہ مذکورہ دعویٰ کے لیے ٹھوس ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں، گویا یہ ایسی ذات کے لیے ممکن ہے جس کا علم کجی وانحراف کا شکار نہ ہو، جو کسی کا محتاج نہ ہو، جو تمام حاضر وغائب اور ظاہر و پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہو اور جس کا علم ما کان وما یکون کے تمام احوال وکوائف کو محیط ہو، اور ان صفات سے متصف صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے۔ وہی حکیم وعلیم اور مدبر وکارساز ہے، وہی قادر وحاکم اور اور عالم الغیب والشہادہ ہے، وہی غنی وبے نیاز اور صمد ویکتا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہی فہم ودانائی عطا کرنے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کی صحیح رہنمائی کرسکتا ہے اور اسی کی ذاتِ خاص سے رشد وہدایت اور فوز وفلاح کے دریچے کُھل سکتے ہیں۔

جب یہ بات واضح ہے کہ انسانوں کے لیے صحیح راہ کی تعیین اللہ ہی کرسکتا ہے اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے انسان، الٰہی رہنمائی کا سخت حاجتمند ہے۔ تو کیا وہ اللہ جو غفور ورحیم، رؤف وحلیم اور ارحم الراحمین ہے انسانوں کو یوں ہی گمراہ وبے کار چھوڑ دیتا؟ نہیں! یہ اس بابرکت ذات کی شایانِ شان نہیں ہے۔ اس کے لیے اس نے رسالت کا مہتم بالشان سلسلہ جاری فرما کر اپنے منتخب وبرگزیدہ شخصیات کے ذریعہ بندوں پر اپنے فیضان وبرکات کا دھارا کھول دیا۔

انسانوں کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے اور اپنے قلب وذہن کے ذریعہ عبادت کا طریقہ معلوم کرسکنا ناممکن ہے۔ اس لیے انسان نبوت ورسالت کا محتاج ہے اور اسی احتیاج کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری فرمایا تاکہ بندوں پر اللہ کی حجت قائم ہوجائے۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

ترجمہ: ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوش خبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے

تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔ (النساء:۱۶۵)

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾

ترجمہ: اگر ہم ان کو پیغمبر (کے بھیجنے سے) پہلے ہی ہلاک کردیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تونے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل ورسوا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پیروی کرلیتے۔ (طٰہٰ:۱۳۴)

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت، بندوں کی رشد وہدایت کے لیے ہر دور اور ہر زمانے میں اپنے پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے یہاں تک کہ سیدنا وحبیبنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری نہ فرماتا تو پھر نیک وبد میں تمیز نہ ہو پاتی، خیر وبھلائی کا فقدان ہوتا، پاک وخبیث کی تفصیلی معرفت اور مفید ومضر کی وضاحت نہ ہو پاتی اور حق وباطل آپس میں گڈمڈ ہوجاتے۔ انسانوں کو ضروریاتِ زندگی کی جتنی حاجت ہے اس سے کہیں زیادہ رسالت ونبوت کی حاجت ہے۔ تاریکی میں چلنے والے کے لیے جس قدر روشنی کی ضرورت پڑتی ہے اس سے کہیں زیادہ صحیح زندگی گزارنے کے لیے رسالت ونبوت کی ضرورت ہے۔ جس طرح روشنی تاریکی کو ختم کرتی ہے اسی طرح نبوت ورسالت حیاتِ انسانی کو خباثت وغلاظت سے پاک وصاف کرتی ہے، نبوت ورسالت ہی کے ذریعہ اللہ اور اس کی مرضیات کی تفصیلی وقطعی معرفت حاصل ہوتی ہے، الغرض تمام ضرورتوں سے بڑھ کر بندوں کے لیے رسولوں کی ضرورت ہے۔

انسانوں کو رسالت کی کس قدر ضرورت ہے اس کی وضاحت مندرجہ ذیل نقاط کی روشنی میں بیان کی جاسکتی ہے:

(۱) انسان ایک مخلوق اور غلام ہے تو ضروری ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے اور یہ جانے کہ وہ خالق اس سے کیا چاہتا ہے اور اسے کس لئے پیدا کیا ہے، تو یہ سب کچھ انسان خود نہیں جان سکتا جب تک وہ انبیاء ورسل کو نہ پہچانے اور اس ہدایت ونور کو جسے وہ لے کر آئے پہچانے بغیر ممکن نہیں۔

(۲) بے شک انسان جسم اور روح سے مل کر بنا ہے اور جسم کی غذا جو بھی کھانا پینا میسر ہو اور روح کی غذا اس نے مقرر کی جس نے اسے پیدا فرمایا اور وہ دینِ صحیح ہے اور عملِ صالح ہے، انبیاء ورسل دین صحیح لائے ہیں اور انہوں نے ہی عمل صالح کی راہ دکھائی ہے۔

(۳) انسان فطرتی طور پر ہی دین دار ہے تو ضروری ہے کہ کوئی ایسا دین ہو جسے اختیار کرے اور پھر اس دین کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے تو صحیح دین تک پہنچنے کے لیے انبیاء ورسل اور اس چیز پر جو کہ وہ لائے ہیں ایمان لانا ضروری ہے۔

(۴) بے شک انسان ایسے راہ کا محتاج ہے جو کہ اسے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچائے تو اس راہ کو بتانے اور دکھانے والا انبیاء اور رسل کے علاوہ کوئی نہیں۔

(۵) یقینی طور پر انسان فی نفسہ کمزور ہے اور اس کے دشمن بہت زیادہ ہیں جو گھات لگائے بیٹھے ہیں، کہیں تو شیطان اسے گمراہ کرنے کے چکروں میں اور کہیں اس کے رفقاء اسے گندی اور قبیح چیزیں مزین کر کے دکھانے کے چکروں میں ہیں اور ایسے ہی نفس امارہ بھی اس کا دشمن ہے تو اس لیے انسان کو کسی ایسی چیز کی ضرورت ہے جو اسے دشمن کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھے، تو انبیاء ورسل ہی ہیں جنھوں نے اسے اچھی طرح بیان کیا اور وضاحت کی اور اس کی راہ دکھائی ہے۔

(۶) انسان طبعی طور پر مہذب اور شہری ہے، تو اس کا مخلوق کے ساتھ جمع ہونے اور بود وباش اختیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسی شرع اور قانون ہو جس کے ساتھ لوگ عدل وانصاف قائم کریں وگرنہ ان کی زندگی تو وحشیوں اور جنگلیوں کے مشابہ ہو گی۔ تو اس شرع اور قانون کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حق دار کے حق کو افراط وتفریط کے بغیر محفوظ رکھے تو ایسی مکمل شرع اور قانون سوائے انبیاء اور رسولوں کے کوئی اور نہیں لا سکتا۔

(۷) یقینی طور پر انسان اس بات کا محتاج ہے کہ اسے امن اور اطمینانِ نفس ہو اور اسے حقیقی سعادت کے اسباب کی راہ دکھائی جائے تو انبیاء اور رسول اسی کا راہ دکھاتے ہیں۔ (۱)

(۱) مذکورہ باتیں ''اسلام سوال وجواب'' نامی ویب سائٹ (https//islamqa.info/ur13975) سے ماخوذ ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

راہِ حق سے منحرف لوگوں کو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ احکام ومرضیاتِ الٰہی کو بتانے کے لیے انسانوں ہی میں سے رسولوں کا انتخاب کیوں ہوا؟ اس فریضے کی بجا آوری کے لیے فرشتوں کا نزول کیوں نہیں ہوا؟ کہ وہ نبی ورسول بنا کر بھیجے جاتے اور لوگوں کو احکامِ الٰہی سے باخبر کرتے یا روئے زمین پر بشر رسول کی تصدیق کرتے اور یہ کہ اللہ خود ہماری نگاہوں کے سامنے آ کر ہماری رہنمائی کیوں نہیں کرتا؟ اس طرح کا مطالبہ واعتراض کفارِ مکہ نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض ومطالبے کو ان کے استکبار اور سرکشی کا نتیجہ قرار دیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور جنھیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انھوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے؟ ان لوگوں نے اپنے آپ کو ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کر لی ہے۔ (الفرقان:۲۱)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓاْ إِذْ جَآءَهُمُ الْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَراً رَّسُولاً (۹۴) قُل لَّوْ كَانَ فِي الأَرْضِ مَلَٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكاً رَّسُولاً (۹۵)

ترجمہ: لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ (بنی اسرائیل: ۹۴-۹۵)

یعنی کسی انسان کا رسول ہونا کفار ومشرکین کے لیے سخت تعجب کی بات تھی، وہ یہ بات مانتے ہی نہیں تھے کہ ہمارے جیسا انسان جو ہماری طرح چلتا پھرتا ہے ہماری طرح کھاتا پیتا ہے ہماری طرح انسانی رشتوں میں منسلک ہے وہ رسول بن جائے۔ یہی استعجاب ان کے ایمان میں مانع رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب زمین میں انسان بستے ہیں تو ان کی ہدایت کے لیے رسول بھی انسان

ہی ہوں گے، غیر انسان رسول انسانوں کی ہدایت کا فریضہ انجام دے ہی نہیں سکتا، ہاں اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ان کے لیے رسول بھی یقیناً فرشتے ہی ہوتے۔(۱)

اس مطالبے کے سلسلے میں درج ذیل دو پہلو قابلِ غور ہیں:

اول تو اس قسم کا مطالبہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و منشا کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ایمان بالغیب کے ذریعہ آزمانا چاہتا ہے، اگر وہ فرشتوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے اُتار دے یا آپ خود زمین پر نزول فرمالے تو اس کے بعد ان کی آزمائش کا پہلو ہی ختم ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ایسا کام کیوں کر کرسکتا ہے جو اس کی حکمتِ تخلیق اور مشیت تکوینی کے خلاف ہے؟ (۲) غائبانہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے۔[الملک:۱۲]

نیز سورۂ بقرہ آیت نمبر ۳ تا ۵ میں غیب پر ایمان لانے والوں کو ہدایت یافتہ اور فلاح یاب قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ نبوت و رسالت کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے کہ جو بھی چاہے محنت و مشقت اور عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل کرلے بلکہ یہ وہبی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، وہ جسے چاہے اس منصب کے لیے منتخب فرمالے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط

ترجمہ: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی پیغمبر رکھے۔(الانعام:۱۲۴)

اور فرمایا:

رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ

ترجمہ: بلند درجوں والا عرش کا مالک وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔(المومن:۱۵)

(۱) دیکھئے: قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر، صفحہ: ۷۹۳
(۲) قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر، ص:۹۹۹

رسولوں کے تئیں بندوں کے فرائض

اللہ تعالیٰ جس کسی کو بھی نبوت و رسالت کے لیے چن لے بندوں کا واجبی فریضہ ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے برحق ہونے کا پختہ یقین رکھیں اور اس کی اتباع و پیروی کریں کیوں کہ اس کا قول و فعل من جانب اللہ ہوا کرتا ہے اور اس کے بغیر اللہ کی معرفت اور اس کے واجب حقوق کی تفصیل بھی نہیں معلوم ہوسکتی ہے لیکن نبوت و رسالت کی اس قدر احتیاج و ضرورت کے باوجود بھی بندہ نبی و رسول پر ایمان نہ لائے تو ایسے لوگوں کے بارے میں سید جلال الدین عمریؔ کی زبان میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ: ''رسول کے دعویٰ رسالت'' کا عموماً وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو حق کو کسی دوسرے کی زبان سے سننا نہیں چاہتے، جو آسانی سے اپنے باطن کے احساسات کو دبا تو سکتے ہیں لیکن کسی کی قیادت و راہنمائی قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، جن کو اپنی ضمیر کی آواز کو جھٹلانے اور اللہ کی رحمتوں سے دور ہونے کا افسوس نہیں ہوتا، البتہ اپنے مفادات اور اقتدار و حکومت کے چھوٹ جانے کا غم گھلاتا رہتا ہے''۔(۱)

(۱) خدا اور رسول کا تصور اسلامی تعلیمات میں، صفحہ:۹۹

ایمان بالرسل

کتاب وسنت کے اندر رسولوں پر ایمان لانے کے بارے میں بہت زور دیا گیا ہے اور اسے ایمان کا ایک لازمی جزء قرار دیا گیا ہے، اس جزء کو تسلیم کیے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ اور اگر ہم اِن پاک ہستیوں میں سے کسی کو، جن کی وساطت سے ہمیں شریعت کا علم حاصل ہوا اللہ کا رسول و پیغمبر نہیں تسلیم کرتے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ اللہ پر ہمارا ایمان پختہ ومکمل نہیں کیونکہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کا آپسی تعلق ناقابل انقطاع ہے۔ جو شخص اللہ کے رسولوں پر ایمان نہیں لاتا اور ان کی تعلیمات کو قبول نہیں کرتا وہ چاہے اللہ کو مانے یا نہ مانے دونوں حالتوں میں اس کی گمراہی یکساں ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وأما الإيمان بالرسول فهو المهم اذ لا يتم الإيمان بالله بدون الإيمان به ولا تحصل النجاة والسعادة بدونه، إذ هو الطريق إلى الله سبحانهٗ“

یعنی ایمان بالرسول بہت ہی اہمیت کا حامل امر ہے، اس کے بغیر ایمان باللہ کا اِتمام نہیں ہوسکتا اور نہ نجات وسعادت ہی حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔(۱)

ایمان بالرسل کے دلائل

آیئے اب ہم رسولوں پر ایمان لانے کے سلسلے میں کتاب وسنت کے چند دلائل کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ

ترجمہ: ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ ۶۳۸/۷

ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔(البقرۃ:۱۷۷)

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ ۟

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُتری اور مؤمن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں ہم تفریق نہیں کرتے۔(البقرۃ:۲۸۵)

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

ترجمہ: اس لیے تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو۔(النساء:۱۷۱)

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيۡقُوۡنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَنُوۡرُهُمۡ ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسولوں پر جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے، اور جو لوگ کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔(الحدید:۱۹)

(۵) مشہور حدیث، حدیثِ جبرائیل میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”الایمان أَن تومن بالله وملائكته و كُتُبِهٖ ورسُلِهٖ وَالۡيَومِ الآخِرِ وتومن بالقدر خيرهٖ وشرّهٖ“

ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان رکھے۔(۱)

(۱) صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، ترمذی ابواب الایمان، ابوداؤد کتاب السنہ باب فی القدر، نسائی کتاب الایمان

ذکر کردہ دلائل سے معلوم ہوا کہ تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ ارکانِ ایمان میں سے ایک اہم رکن ہے، جو کوئی تمام رسولوں پر ایمان لانے سے انکار کرے یا کتاب وسنت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان پر ایمان نہ لائے تو وہ گمراہ اور ایمان سے خارج سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راستہ نکالیں یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہ ہیں جنہیں اللہ ان کو پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔ (النساء:۱۵۰-۱۵۲)

متذکرہ بالا آیات اس بات میں واضح ہیں کہ ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر صرف ایک نبی کی تکذیب کرنے والی قوم کو نبیوں کا جھٹلانے والا قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً: قوم نوح (الفرقان:۳۷، الشعراء:۱۰۵)، قوم عاد (الشعراء:۱۲۳)، قوم ثمود (ایضاً:۱۴۱)، قوم لوط (ایضاً:۱۶۰) اور اصحابُ الملائکہ (ایضاً:۱۷۶) وغیرہ قوموں کو مکذبین رسل کہا گیا ہے حالانکہ ان کی طرف صرف ایک ہی نبی کی بعثت ہوئی تھی۔

انبیاء ورسل پر ایمان لانے کا مفہوم ومطلب

انبیاء ورسل پر ایمان لانے کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ ہم اس بات کا پختہ یقین رکھیں اور

صدق دل سے اعتراف کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے انسانوں ہی میں سے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو عبادتِ الٰہی کی طرف بلائیں اور طاغوت کی پرستش سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں (طاغوت) سے بچو۔ (النحل:۳۶)

کتاب وسنت کے اندر جن انبیاء ورسل کا ذکر ہوا ہے ان پر ایمان لانا اور جن کا ذکر نہیں ہوا ہے ان پر بھی اجمالی طور پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ تمام انبیاء ورسل سچے، تصدیق شدہ، ہادی وامین، داعی الی الحق، مبشر ومنذر، کریم النفس، صالح، متقی وپرہیزگار نیز کذب وخیانت اور کتمان وکند ذہنی سے معصوم تھے، اللہ کی جانب سے ظاہری دلائل اور روشن نشانیوں کے ذریعہ انہیں تائید حاصل تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ○

ترجمہ: یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں۔ (البقرۃ:۲۵۳)

چنانچہ ان میں پانچ اولوالعزم رسول ہیں، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں دو مقامات پر بیک وقت ان کا تذکرہ فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾

ترجمہ: جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے، اور ہم نے ان سے پکا اور پختہ عہد لیا۔ (الاحزاب:۷)

اور فرمایا:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِۦٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓ ۖ أَنْ أَقِيمُوا۟ الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا۟ فِيهِ ۚ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ (الشوریٰ:۱۳)

اسی طرح انبیاء ورسل پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو احکام وفرامین اللہ کی طرف سے لائے اور جس طرح ان پر عمل کر کے دکھلایا اس کی تصدیق کرتے ہوئے ان کی کامل اطاعت کی جائے، انہیں اپنا ہادی رہنما تسلیم کیا جائے۔ مگر چونکہ اب سابقہ انبیاء ورسل کی شریعتیں اور ان پر نازل کردہ کتب وصحائف دست بردِ زمانہ کا شکار ہو چکی ہیں اور قرآن کریم کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہیں، اس لیے صرف قرآن وحدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں اور تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، آپ کو جو کتاب دی گئی اور جو دین وشریعت آپ لے کر آئے وہ تمام دنیائے انسانیت کے لیے عام ہے، اور آپ سے پہلے جتنی شریعتیں اور کتابیں نازل کی گئیں وہ آپ کی لائی ہوئی شریعت وکتاب سے اب منسوخ ہو چکی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔ (الاعراف:۱۵۸)

ایمان بالرسل کے سلسلے میں اسلام کی امتیازی حیثیت

انبیاء ورسل پر ایمان لانے کے سلسلے میں اسلام کو دیگر ادیان ومذاہب کے مابین امتیازی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ دیگر قومیں انبیاء ورسل کے متعلق افراط وتفریط کا شکار ہیں اور ان کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرتی ہیں۔ چنانچہ یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر کے بجائے جادوگر تصور کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ وہ جادو کے زور سے ہی حکومت کرتے رہے۔ قرآن کریم نے ان کے اس باطل عقیدے کی تردید یوں کی ہے:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ

ترجمہ: سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ (البقرہ:۱۰۲)

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام جادو کا عمل نہیں کرتے تھے کیونکہ جادو کا عمل کفر ہے اور ایک نبی کفر کا مرتکب کیوں کر ہو سکتا ہے؟

اسی طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں بھی تفریط وتنقیص سے کام لیا ہے اور پاک باز مریم علیہا السلام کے دامنِ عصمت کو داغدار کرنے کی ناروا کوشش کی ہے اور نصرانیوں نے بھی غلو میں بہت سی نامناسب باتیں کہی ہیں لیکن قرآن نے ان کے عائد کردہ تمام الزامات کی تردید کر دی ہے۔

اسلام خاتم الانبیاء پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ سابقہ انبیاء پر بھی ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور بعض نبیوں کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والوں کو کافر گردانتا ہے اور انہیں عذابِ مہین کی دھمکی دیتا ہے، اور اس کے برعکس جو لوگ تمام نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں انہیں یہ خوشخبری سناتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے یہ ہیں جنھیں اللہ ان کو پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔ (النساء:۱۵۲)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ بات کہی ہے:

''ایک یہودی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں، ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے، ایک ہندو تمام دنیا کو ملچھ، شودر اور چنڈال کہہ کر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے، ایک زرشتی تمام عالَم کو بحرِ ظلمات کہہ کر بھی نورانی ہوسکتا ہے، اور وہ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نعوذ باللہ جھوٹا کہہ کر بھی دینداری کا دعویٰ کر سکتا ہے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناممکن کر دیا ہے کہ کوئی ان کی پیروی کا دعویٰ کر کے ان کے پہلے کے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں جو دعا پڑھتے تھے اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا: ''والنبیونَ حقٌّ ومحمدٌ حَقٌّ''(۱) سب نبی برحق تھے اور محمد ﷺ بھی برحق ہے۔ غرض کوئی شخص اس وقت تک محمدی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ موسوی، عیسوی اور سلیمانی و داؤدی نہ بن لے، اور کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راست بازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرے اور یہ یقین نہ کرے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عرب کی طرح ہر قوم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی سے سرفراز کیا ہے اور ان کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا اللہ کا ماننا''۔(۲)

اِرسال رُسل کی حکمت اور ایمان بالرسل کے فوائد

- اللہ حکیم وعلیم کا کوئی بھی ارادہ وعمل حکمت وبصیرت سے خالی نہیں ہوتا، یہ اور بات ہے کہ بندوں کو ان اسرار وحِکم کی معرفت نہ ہوسکے۔ اِرسال رُسل میں بھی بہت سی عظیم حکمتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے چند اہم کا تذکرہ مختصر طور پر سطورِ ذیل میں کیا جارہا ہے:

(۱) اِرسالِ رُسل کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اپنے پروردگار کے فضل وکرم اور جود وسخا سے مستفید ہوں اور اس کی مرضیات سے روشناس ہوکر اس کی رضا وخوشنودی والی راہ اختیار کریں اور اس کی سخط وناراضی والی راہ سے احتراز کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوں۔

(۲) بندوں پر حجت قائم کرنا تا کہ یومِ قیامت بندے یہ نہ کہہ سکیں کہ اے اللہ! ہمیں تو تیری

(۱) بخاری کتاب الدعوت باب الدعاء اذا انتبہ باللیل رقم الحدیث: ۶۳۱۷ وغیرہ
(۲) سیرۃ النبی ﷺ: جلد: ۴، صفحہ: ۵۸۰-۵۸۱

اطاعت ونافرمانی کا علم ہی نہیں تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۝

ترجمہ: جب کبھی اس میں (جہنم) کوئی گروہ ڈالا جائے گا اس سے جہنم کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ بے شک آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم بہت ہی گمراہی میں ہو۔ (الملک: ۸-۹)

(۳) دنیا میں بہت سے لوگ اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے غضبِ الٰہی کو دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو عذابِ الٰہی کا مستحق بنا لیتے ہیں، لیکن اللہ ارحم الراحمین ان پر عذاب اس وقت تک نہیں نازل فرماتا جب تک کہ ان کی تنبیہ نہ ہوجائے۔ چنانچہ انبیاء ورسل کے ذریعہ انہیں متنبہ فرماتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً.

ترجمہ: اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔

(بنی اسرائیل: ۱۵)

(۴) رسولوں کی بعثت اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت ومغفرت کی دلیل ہے، اسی طرح اس نے بندوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے، اور یہ ارسالِ رُسل بندوں پر اللہ کی نعمتوں میں سے عظیم ترین نعمت ہے۔ جیسا کہ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ.

ترجمہ: بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا۔ (آل عمران: ۱۶۴)

(۵) رسولوں کی بعثت جہاں عظیم ترین اعلیٰ مقاصد وحِکم کے تحت ہوئی ہے وہیں فوز وفلاح، دنیا وآخرت کی سرخروئی اور شرف ومنزلت ان کی رسالتوں پر ایمان لانے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ سطورِ ذیل میں مختصر طور پر انبیاء ورسل پر ایمان لانے کے فوائد وثمرات درج

کیے جا رہے ہیں:

(۱) اس کے ذریعہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی طرف رسولوں کو بھیجا تا کہ وہ انہیں راہِ الٰہی دکھائیں، اس کی عبادت کی طرف بلائیں اور انہیں عبادت کا طریقہ بتلائیں کیونکہ اس کی معرفت میں عقلِ انسانی استقلال کا ثبوت نہیں دے سکتی۔

(۲) اس کے ذریعہ ایمان وعقیدہ درست اور مضبوط ہوتا ہے۔

(۳) اس کے ذریعہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

(۴) اس کے ذریعہ انبیاء ورسل سے محبت کی جاتی ہے اور ان کے شایانِ شان بلا افراط وتفریط ان کی مدح وستائش اور تعریف ومنقبت بیان کی جاتی ہے، ان کی اطاعت وتعظیم کی جاتی ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی عبادت اس کے احکام کی تبلیغ واشاعت اور بندگانِ الٰہی کی بھلائی وخیر خواہی کے فرائض انجام دیے ہیں۔

نبوت ورسالت کے اوصاف وخصائص

اس دنیائے آب وگل میں مختلف انواع واصناف کے انسان بستے ہیں اور ان میں سے بہتوں کو اللہ تعالیٰ نے متنوع قسم کی کمالات ودیعت کر رکھی ہیں جو اپنے وصفِ خاص کے باوصف دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں، ایسے ہی نبوت ورسالت کا منصب بھی اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نیک وصالح اور محبوب وچنندہ بندوں کا انتخاب فرماتا ہے اور اس اہم وجلیل القدر منصب کے ساتھ بہت سی ایسی لوازم وخصوصیات اللہ تعالیٰ نے وابستہ کر رکھی ہیں جو انبیاء کی جماعت کو دوسروں سے ممتاز ونمایاں کرتی ہیں اور وہ لوازم وخصائص دوسروں میں پائے بھی نہیں جاتے۔ درج ذیل سطور میں ہم نبوت ورسالت کے لوازم وخصائص ''سیرۃ النبی ﷺ'' کے حوالہ سے ذکر کر رہے ہیں:

۱- سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس کا تعلق پُر اسرار عالمِ غیب سے ہو، وہ غیب کی آوازیں سنتا ہو، غیب سے علم پاتا ہو، عالم ملکوت کی تائید اس کے ساتھ ہو، روح القدس اس کا ہم صفیر وہم نوا ہو۔ واضح رہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے، پیغمبروں کو صرف ان امورِ

غیب کی اطلاع دی جاتی ہے جن کا تعلق فریضۂ رسالت اور اس کی مصلحتوں اور شریعتوں سے ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام بندوں میں سے اس کے لیے چنا ہو کہ وہ اس بلند منصب پر سرفراز ہو۔

۳- اس سے اللہ کے حکم سے عجیب وغریب اور حیرت انگیز تصرفات ثابت ہوں۔ جن سے اس کا مقبولِ بارگاہ ہونا ثابت ہو۔

۴- فضائل اخلاق کے پھولوں سے اس کا دامن بھرا ہوا اور ہر قسم کے گناہ کے خس وخاشاک سے پاک وصاف ہو کہ گندے ہاتھوں سے میلے کپڑے پاک وصاف نہیں ہو سکتے۔

۵- وہ لوگوں کو اللہ اور عالم غیب پر یقین کی دعوت اور فضائل واخلاق کی تعلیم دے اور عہدِ ''أَلَسْتُ'' کا بھولا ہوا عہد ان کو یاد دلائے۔

۶- نہ صرف تعلیم بلکہ اس میں یہ قوت ہو کہ وہ شریروں کو نیک اور گمراہوں کو راست رَو بنا دے، اور جو اللہ سے بھاگتے ہوں ان کو پھیر کر پھر اس کے آستانہ پر لے آئے۔

۷- اپنے سے پہلے اللہ کی طرف سے آئے ہوئے صحیح اصول کو انسانی تصرفات سے پاک وصاف کر کے پیش کرے۔

۸- اس کی دعوت، جدو جہد اور تعلیم وتلقین سے مقصود کوئی دنیاوی معاوضہ، شہرت، جاہ طلبی، دولت مندی، قیامِ سلطنت وغیرہ نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے حکم کی بجا آوری اور مخلوقِ الٰہی کی ہدایت ہو۔

یہ نبوت ورسالت کے وہ اوصاف اور لوازم ہیں جو دنیا کے تمام پیغمبروں میں یکساں پائے جاتے ہیں، مذاہبِ عالم کے صحیفوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت منکشف اور آشکارا ہو جاتی ہے، خصوصاً قرآن پاک نے جو دنیا کی نبوت کا سب سے آخری اور سب سے مکمل صحیفہ ہے اور جس نے نبوت ورسالت کی حقیقت اور شروط ولوازم کی سب سے بہتر تشریح کی ہے۔ سورۂ انعام میں اکثر پیغمبروں کا ذکر کر کے یہ حقائق ان الفاظ میں بیان کیے گیے ہیں:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى

وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٨٧﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾

ترجمہ: اور یہ تھی ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی، ہم جس کو چاہتے ہیں کئی درجے بلند کرتے ہیں، بلاشبہ تیرا پروردگار تدبیر کرنے والا خبردار ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب بخشے، اور ہر ایک کو ہدایت دی، اور نوح کو اس سے پہلے ہدایت دی تھی اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں، اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو کہ ہر ایک نیکو کاروں میں سے ہے، اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط، ہر ایک کو بزرگی بخشی دنیا والوں پر، اور ان کے باپ دادوں اور بھائیوں میں سے، اور ہم نے ان کو چن کر پسند کیا، اور ان کو سیدھی راہ پر چلایا، یہ اللہ کی ہدایت ہے، اس پر وہ جس کو چاہے چلاتا ہے، اگر وہ شرک کرتے تو ان کا سارا کیا برباد ہو جاتا، یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حق و باطل میں فیصلہ کرنا، (حکم) اور نبوت دی، تو اگر کوئی ان باتوں کا انکار کرے تو ہم نے ان باتوں پر ایسے دوسرے لوگوں کو مقرر کیا ہے جو ان کا انکار نہیں کرتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی، اے محمد! تو بھی انہی کی رہنمائی کی پیروی کر، اور کہہ میں اپنے کام کی تم سے مزدوری نہیں چاہتا، یہ قرآن تو دنیا والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ (الانعام: ۸۳-۹۰)

ان آیتوں میں اکثر پیغمبروں کے نام لے کر اُن کی پیغمبرانہ اوصاف گنائے گئے ہیں، اگر

ہم ان کو یکجا کر دیں تو نبوت و رسالت کے عام اوصاف خصوصیات اور لوازم واضح ہو جائیں:

۱- فرمایا: ''ہم نے ابراہیم کو دلیل دی'' اور فرمایا: ''ہم نے اُن کو ہدایت بخشی'' جس سے معلوم ہوا کہ ان کے علم اور ہدایت کا سرچشمہ عالم ملکوت سے ہوتا ہے۔

۲- ارشاد ہوا کہ: ''ہم نے ان کو سیدھی راہ چلایا، اور یہ سب نیکوکار تھے'' اس سے ثابت ہوا کہ وہ معصوم اور گناہوں سے بے داغ ہوتے ہیں۔

۳- یہ بھی کہا کہ: ''ہم نے ان کو چن کر پسند کیا، اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں یہ ہدایت عطا کریں'' جس سے مقصود ہے کہ یہ منصب سعی و محنت سے نہیں بلکہ اللہ کی مرضی اور انتخاب سے ملتا ہے۔

۴- فرمایا کہ: ''ہم نے ان کو کتاب حق و باطل کے فیصلہ کی طاقت (حکم) اور احکامِ غیب کی تعلیم (نبوت) دی'' اس سے معلوم ہوا کہ ان منصب والوں کو کیا کیا چیزیں عطا ہوتی ہیں۔

۵- حکم ہوا کہ: ''ان کی رہنمائی کی پیروی کر'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی رہنمائی اور دعوت پر مامور ہوتے ہیں، اور لوگ ان کی پیروی سے نیکوکار اور صالح بنتے ہیں۔

۶- فرمایا کہ: ''اے پیغمبر! یہ کہہ دے کہ میں اپنے کام کا کوئی معاوضہ یا بدلہ تم سے نہیں چاہتا یہ تو اہلِ دنیا کے لیے نصیحت اور یاد دلانا ہے'' اس سے ثابت ہوا کہ خالق کی خوشنودی، اور اس کے ذریعہ سے مخلوق کی خیر خواہی کے علاوہ ان کا کوئی مقصد اور مطمحِ نظر نہیں ہوتے۔[1]

نبوت و رسالت اور انبیاء و رسل کے تعلق سے قرآن حکیم کے اندر جو حقائق، اوصاف، لوازم اور خصوصیات بیان کیے گئے ہیں ان میں سے چند اہم حقائق و خصائص کا تذکرہ آنے والے سطور میں قدرے تفصیل سے کیا جا رہا ہے تاکہ نبوت و رسالت کی حقیقت اور انبیاء و رسل کا صحیح مقام آشکارا ہو جائے۔

نبوت و رسالت کی عمومیت

نبوت و رسالت کسی ایک امّت، قوم اور زبان تک محدود نہیں رہی بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ ہر امّت کے اندر انہیں کی زبان میں نبی و رسول مبعوث فرمایا تاکہ نوعِ انسانی کے

(۱) دیکھیے: سیرۃ النبی ﷺ: جلد: ۴، صفحہ: ۴۲-۴۵

تمام لوگ احکام و مرضیاتِ الٰہی سے باخبر ہو جائیں اور کوئی گروہ یا جماعت اللہ کے اس فیض خاص سے محروم نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔ (یونس: ۴۷)

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○

ترجمہ: اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے۔ (الرعد: ۷)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ○

ترجمہ: ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تا کہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے۔ (ابراہیم: ۴)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا ○

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا۔ (النحل: ۳۶)

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرسنانے والا نہ گزرا ہو۔ (فاطر: ۲۴)

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾

ترجمہ: اور ہم نے اگلے لوگوں میں بھی کتنے ہی نبی بھیجے۔ (الزخرف: ۶)

آیاتِ بالا کی تلاوت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کہ تعداد محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کی ہر قوم کے اندر ان کی قومی زبان میں کسی نہ کسی نبی کی بعثت لازمی طور پر ہوئی اور کوئی امت نبی کی بعثت سے محروم نہ ہوئی۔ مگر تمام انبیاء و رسل کا تذکرہ نام بنام قرآن کریم یا احادیث نبویہ میں نہیں کیا گیا ہے، بلکہ قرآن کریم کے اندر صرف چند محدود انبیائے کرام کا تذکرہ نام بنام ہوا ہے، اور جن کا تذکرہ نام بنام ہوا ہے وہ تمام اہلِ عرب اور یہود و نصاریٰ کے یہاں اور یا تو دونوں کے یہاں بحیثیت پیغمبر معروف تھے یا کسی ایک کے یہاں معروف اور کسی ایک کے یہاں مطعون تھے۔ جن انبیائے کرام کا بیان قرآن کریم میں ہوا ہے، وہ یہ ہیں:

سیدنا آدم، نوح، ادریس، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس،

الیسع، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، ذوالکفل، اور نبینا محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

انبیاء علیہم السلام کی تعداد سے متعلق ابوامامہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کے بارے میں محققین علماء کا اختلاف ہے۔ ویسے ان روایات کے مطابق انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو صحیح لذاتہٖ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو صحیح لغیرہٖ قرار دیا ہے۔(۱)

بہر حال کتاب و سنت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار و حالات میں انبیاء و رسل آتے رہے ہیں اور اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی انبیائے کرام آئے ان کی دعوتی جدوجہد اور تبلیغی مشن اپنی قوم تک محدود تھی اور اس میں اسی دور کی نمائندگی ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے اندر انبیائے سابقین کا تذکرہ خاص قوم کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ .

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی اپنے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

(الروم: ۴۷)

جبکہ اس کے بالمقابل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا.

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔

(الاعراف: ۱۵۸)

(۱) شیخ البانی رحمہ اللہ ان روایات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد لکھتے ہیں: ''وجملة القول: إن عدد الرسل المذكورين في حديث الترجمة صحيح لذاته، وأن عدد الأنبياء المذكورين فی احد طرقه، وفي حديث أبي ذر من ثلاث طرق، فهو صحيح لغيره، ولعله لذلك لما ذكره ابن كثير في ''تاريخه'' (۹۷/۱) من رواية ابن حبان في صحيحه سكت عنه، ولم يتعقبه بشيءٍ، فدل على ثبوته عنده. وكذلك فعل الحافظ ابن حجر في ''الفتح'' (۲۵۷/۶) والعيني في ''العمدة'' (۳۰۷/۷) ، وغيرهم. حدیث الترجمة سے مراد یہ حدیث ہے: ''كان آدم نبياً مكلماً كان بينه و بين نوح عشرة قرون، وكانت الرسل ثلاثمائة وخمسة عشر''۔ دیکھیے: سلسلة الصحيحة ج:۶ ص: ۳۶۳، ۳۶۴ تحت رقم الحديث: ۲۶۶۸۔

نبوت ورسالت الٰہی عطیہ ہے

نبوت ورسالت کوئی کسبی چیز نہیں ہے کہ اسے عبادت وریاضت سے حاصل کرلیا جائے بلکہ یہ سراسر وہبی ہے جو اللہ کی مرضی وانتخاب سے ملتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: نہ تو اہل کتاب کے کافر اور نہ مشرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی کوئی بھلائی نازل ہو (ان کے اس حسد سے کیا ہوا) اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت خصوصیت سے عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (البقرہ:۱۰۵)

اور فرمایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾

ترجمہ: یہ (نبوت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔ (الجمعۃ:۴)

گو یہ بات بالکل صحیح ہے کہ نبوت ورسالت موہبتِ ربانی ہے اور محنت ومشقت نیز عبادت وریاضت سے نہیں حاصل کی جاسکتی ہے، مگر انبیاء ورسل عبادت وبندگی، اخلاق فاضلہ، اعمالِ حسنہ اور ذہن وشعور میں فائق تر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بطورِ خاص ان کی تربیت فرماتا ہے۔

بشریتِ رسل

نبوت ورسالت کے منصب کے لیے انسانوں ہی کا انتخاب ہوا، گویا عقیدۂ ایمان بالرسالۃ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ انبیاء ورسل کو نبی ورسول ماننے کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ تمام انبیاء ورسل بشر اور انسان تھے۔ مگر بشر ہونے کے باوجود انسانیت کے درجۂ علیا پر فائز تھے اور ان کے اندر تمام ممکنہ اعلیٰ انسانی اوصاف وکمالات پائے جاتے تھے۔ وہ لوگ فہم وفراست، عقل وشعور، فکر ونظر اور زہد وورع کے کامل ترین نمونہ تھے کہ جس سے کامل اور بلند تر

نمونہ کا تصور عقلِ انسانی نہیں کرسکتی ہے اور انہیں یہ سارے کمالات بشریت ہی کے دائرے میں حاصل تھے۔ بشری حدود سے باہر ان باتوں کا تصور کرنا دراصل ان کو بشریت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کر دینا ہے۔ قرآن کریم کے اندر خوب واضح اور نہایت واشگاف الفاظ میں انبیاء ورسل کی بشریت کا بیان ہوا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: آپ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے، جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔ (النحل:۴۳)

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ

ترجمہ: ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ (الفرقان:۲۰)

مشرکینِ مکہ اسی بشریت ہی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکاری تھے کہ بشر ہو کر کس طرح کوئی وحیٔ الٰہی اور نبوت ورسالت کا مستحق ہوسکتا ہے؟ قرآن کا بیان ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہوجاتا۔ پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اب اشکال کر رہے ہیں۔ (الانعام:۸-۹)

اور فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓاْ إِذْ جَآءَهُمُ الْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَراً رَّسُولاً ○

ترجمہ: لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی

کہ انہوں نے کہا، کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا بھیجا؟ (بنی اسرائیل: ۹۴)

مزید فرمایا:

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اوران ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم ہی جیسا انسان ہے، پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھتے جادو میں آجاتے ہو۔ (الانبیاء: ۳)

کفار ومشرکین کی جانب سے بشریت کے متعلق اعتراض کئے جانے پر بحکم الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برملا اپنی بشریت کا اقرار کیا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَراً رَّسُولاً ۝

ترجمہ: آپ جواب دے دیں کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔ (بنی اسرائیل: ۹۳)

اور فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمہیں جیسا ایک انسان ہوں، (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ (الکہف: ۱۱۰، حم السجدۃ: ٦)

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فإنما أنا عبدُهٗ فقولوا: عبدُ اللهِ و رَسُولُهٗ“ یعنی میں تو صرف اللہ کا ایک بندہ ہی ہوں لہٰذا تم بھی اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (۱) اسی طرح بیشتر احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”إنما أنا بشر“ کہہ کر اپنی بشریت کا اظہار واقرار کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر جو انبیائے کرام مبعوث ہوئے ان کی قوم کے بعض لوگوں نے بھی بشریت ہی کو مسئلہ بنا کر ان کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ جیسا کہ قرآنی بیان ہے:

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو۔ (ابراہیم: ۱۰)

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء...... باب قول اللہ: واذکر فی الکتاب مریم رقم الحدیث: ۳۴۴۵

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم نرا جھوٹ بولتے ہو۔ (یٰسین: ۱۵)

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا.

ترجمہ: انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کرے گا؟ پس انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا۔ (التغابن: ٦)

انبیاے سابقین نے بھی اپنی قوم کے سامنے کھل کر نہایت واضح وصریح الفاظ میں اپنی بشریت کا اعلان واقرار کیا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ

ترجمہ: ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ (ابراہیم: ۱۱)

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے جتنے بھی انبیاء ورسل بھیجے وہ انسانوں میں سے ہی تھے اور ہر قوم میں اسی کے ایک فرد کو وحی ورسالت سے نواز دیا جاتا تھا۔ یہ اس لیے کہ اس کے بغیر کوئی رسول فریضۂ تبلیغ ودعوت ادا ہی نہیں کر سکتا تھا۔ مثلاً اگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجتا تو ایک تو وہ انسانی زبان میں گفتگو ہی نہ کر پاتے، دوسرے وہ انسانی جذبات سے عاری ہونے کی وجہ سے انسان کے مختلف حالات میں مختلف کیفیات وجذبات کے سمجھنے سے بھی قاصر رہتے۔ ایسی صورت میں ہدایت ورہنمائی کا فریضہ کس طرح انجام دے سکتے تھے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر ایک بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو ہی نبی اور رسول بنایا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے بطور احسان ہی قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب کہ انہیں کی جانوں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا۔ (آل عمران: ۱٦۴)

لیکن پیغمبروں کی بشریت کافروں کے لیے حیرت واستعجاب کا باعث رہی۔ وہ سمجھتے تھے کہ رسول انسانوں میں سے نہیں، فرشتوں میں سے ہونا چاہیے، گویا ان کے نزدیک بشریت، رسالت کے شایانِ شان نہیں تھی۔ موجودہ دور میں بھی بہت سے افراد بشریت کو رسالت کے منافی سمجھنے کی وجہ سے رسولوں کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور انحراف کا شکار ہیں۔(۱)

گویا تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر ومخلوق تھے اور ان کے اندر تمام بشری صفات و خصوصیات پائی جاتی تھیں لہٰذا ان میں سے کسی بھی نبی ورسول کے لیے ربوبیت والوہیت کا عقیدہ رکھنا مقامِ نبوت اور عقیدۂ رسالت کے خلاف ہے۔ موجودہ دور میں محبت رسول کے نام پر بہتیرے لوگوں نے انبیاء ورسل کو مقامِ الوہیت پر فائز کر دیا ہے بطور خاص نبینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی غلو سے کام لیا جاتا ہے حالانکہ یہ حد درجہ جہالت اور عقیدۂ توحید اور قرآنی و نبوی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ تمام انبیاء کے سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق درج ذیل قرآنی آیات کا مطالعہ کیجئے اور اندازہ لگائیے کہ جب خاتم النبیین کسی طرح کے نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں تو دیگر انبیاء وصالحین کا کیا حال ہوگا؟ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ (الاعراف:۱۸۸)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ڏ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں۔ کہہ دیجیے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا۔ (الجن:۲۱-۲۲)

(۱) ملاحظہ ہو: قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر، صفحہ: ۳۴۳

نبوت کے لیے صرف رجال کا انتخاب

نبوت ورسالت کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ انسانوں میں سے صرف مردوں کو اس منصب پر فائز کیا گیا، کبھی کوئی غیر مرد نبی نہیں ہوا، یعنی کسی عورت کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت ورسالت انسانوں کے ساتھ اور انسانوں میں بھی مردوں کے ساتھ ہی خاص رہی ہے۔ چونکہ نبوت جیسا اہم منصب وفریضہ جس محنت وجانکاہی اور مشقت وجانفشانی کا متقاضی ہے یہ کسی عورت کے بس کی بات نہیں بلکہ صرف مرد ہی بحسن وخوبی اس فریضے کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ گویا کہ فریضۂ نبوت عورت کے فطری اور طبعی دائرۂ عمل سے خارج ہے، لہٰذا صرف مردوں کو ہی نبوت کا منصب عطا کیا گیا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

ترجمہ: آپ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے۔ (یوسف:۱۰۹)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: آپ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے، جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لو۔ (النحل:۴۳)

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے سبھی مرد تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو۔ (الانبیاء:۰۷)

یہ تینوں آیتیں بالصراحت دلالت کرتی ہیں کہ سارے انبیاء مرد تھے۔ جمہور اہل علم کا مسلک یہی ہے۔ حافظ ابن حزم اندلسی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ حضرت مریم ام عیسیٰ، زوجۂ ابراہیم سارہ اور ام موسیٰ وغیرہ نبیہ تھیں، اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب وحی کی یا یہ کہ فرشتوں نے ان سے گفتگو کی۔ لیکن یہ وحی اور گفتگو ان لوگوں کے نبی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی

ہے، ہاں یہ ہے کہ وہ تمام کی تمام صدیقہ تھیں اور اللہ نے انہیں شرف ومنزلت عطا فرمایا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۂ مائدہ کی پچھترویں آیت کے ٹکڑے ''وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں تھیں، جیسا کہ ابن حزم اور دوسرے اہل علم جو سارہ اور امّ موسیٰ کی نبوت کے قائل ہیں، کا زعم وخیال ہے۔ ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ فرشتوں نے سارہ اور امّ موسیٰ سے گفتگو کی۔ جب کہ جمہور علماء اس جانب گئے ہیں کہ اللہ نے مردوں کے سوا کسی اور کو نبی نہیں بنایا۔ ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالاً نُّوحِيٓ إِلَيْهِمْ﴾۔ اور اشعری نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(۱)

اوپر سورۂ یوسف کی جو آیت نقل کی گئی ہے اس میں پیغمبروں کے متعلق ''أَهْلِ الْقُرَىٰ'' (بستی والے) کہا گیا ہے، جس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ انبیاء کا تعلق ''قریہ'' سے تھا جو قصبہ ودیہات اور شہر سب کو شامل ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اہل بادیہ (صحرانشینوں) میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ اہلِ بادیہ نسبتاً طبیعت کے سخت اور اخلاق کے کھردرے ہوتے ہیں اور شہری ان کی نسبت نرم، دھیمے اور بااخلاق ہوتے ہیں اور یہ خوبیاں نبوت کے لیے ضروری ہیں۔(۲)

قوم کے ساتھ انبیاء کی بہی خواہی

پیغمبروں کی دعوت وتبلیغ اور خوف وخشیت الٰہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹

ترجمہ: یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لیے کافی ہے۔(الاحزاب:۳۹)

انبیاء کی جماعت دعوت وتبلیغ میں حد درجہ پُرخلوص، امین اور راسخ العقیدہ تھی، کوئی بھی رکاوٹ انہیں حق بات کہنے سے روک نہیں سکتی تھی۔ وہ بلا خوف وخطر اللہ کی باتیں لوگوں تک

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۷ ۵۳
(۲) دیکھیں: قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر، صفحہ: ۶۷۴

پہنچاتے تھے اور کوئی بات چھپاتے نہیں تھے، انہیں اپنی باتوں پر بھرپور یقین واعتماد ہوتا تھا، وہ کسی طرح کے تزلزل کا شکار نہیں ہوتے تھے، ان کا سینہ جذبۂ ایمانی اور خشیت الٰہی سے اس قدر لبریز ہوا کرتا تھا کہ جس کی گرمی ان کے قریب رہنے والا ہر شخص محسوس کرتا تھا، وہ قوم کی اصلاح و رہنمائی کے لیے حد درجہ حریص تھے اور ہمہ وقت ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اپنی دعوتی مشن کے سلسلے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور ہر طرح سے قوم کے لوگوں کو اللہ کا مطیع وعبادت گزار بندہ بنانے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں انہیں بہت سی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا، مال ومنال کی دعوت دی گئی اور تکذیب وتمسخر کا سامنا کرنا پڑا، پھر بھی وہ اپنے مشن میں جانفشانی اور تندہی کے ساتھ لگے رہے اور ایک لمحہ بھی ادائیگیٔ فرض سے غافل نہ ہوئے۔ یہ سب کچھ انہوں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر کیا اس سے انہیں دنیوی منفعت مطلوب نہ تھی، لہٰذا انہوں نے اپنی دعوت وتبلیغ کے بدلے میں کوئی اجرت ومعاوضہ نہیں طلب کیا، بس صرف یہی مطالبہ کیا کہ:

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ

ترجمہ: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں۔ (الاعراف:۵۹)

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝١٢٥ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝١٢٦ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝١٢٧

ترجمہ: میں تمہارا امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو۔ میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے۔(الشعراء:۱۲۵ تا ۱۲۷)

قُلْ مَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝۸۶

ترجمہ: کہہ دو، میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔(ص:۸۶)

مذکورہ بالا آیات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت وامانت، خلوص وللٰہیت اور قوم کے ساتھ بہی خواہی بالکل عیاں ہے۔

اعلیٰ سیرت واخلاق اور قول وفعل میں یکسانیت

انبیاء علیہم السلام کی ذات متبعین کے لیے مکمل آئیڈیل ونمونہ ہوتی ہے اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری وجوبی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ

ترجمہ: ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ (النساء: ٦٤)

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے کرام نے اللہ سے ڈرنے کے ساتھ ساتھ قوم سے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا بھی مطالبہ کیا:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِیعُوٓا أَمۡرَ الۡمُسۡرِفِینَ ﴿١٥١﴾

ترجمہ: پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اور بے باک حد سے گذر جانے والوں کی اطاعت سے باز آجاؤ۔ (الشعراء: ١٥٠-١٥١)

جب انبیاء کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ٹھہری تو ان کی تعلیمات وفرمودات میں تباین و تضاد کا پایا جانا بھی مستبعد ومحال ہے۔ اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کی تعلیمات تضاد بیانی سے پاک ومبرّا ہیں۔ اور ایسا اس لیے ہوا کہ جو کام وہ کرتے تھے اور جو احکام صادر فرماتے تھے وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی وحی اور حکم کی روشنی میں کرتے تھے۔ ان کا ہر ہر عمل اور حکم احکامِ الٰہی کے بموجب ہوا کرتا تھا:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی ﴿٣﴾ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿٤﴾

ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ (النجم: ٣-٤)

یہی وجہ ہے کہ ان کے قول وفعل میں یکسانیت پائی جاتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ کوئی بات کہیں اور عمل اس کے خلاف کریں۔ اس لیے کہ اسوہ ونمونہ اور قدوہ ومطاع ہونے کی وجہ سے متبعین کی نگاہیں ان کے قول وفعل دونوں پر ہوا کرتی ہیں۔ قول وفعل کے مابین اختلاف کی صورت میں قوی امید ہے کہ لوگ ان کی تعلیمات سے متنفر ہوجائیں۔ ہم ان کے قول وفعل میں

کامل ومکمل یگانگت اور تطابق پاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو اجاگر اور غالب ونمایاں ہے کہ کسی کٹر وجانی دشمن نے بھی ان پر نفاق ودورخاپن کا الزام نہیں لگایا، ان کی تعلیمات کو تسلیم کرنے سے انکار تو کیا لیکن کبھی یہ نہیں کہا کہ رسول جس بات کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی سیرت اس کے خلاف ہے۔ انہیں مجنوں پاگل دیوانہ سفیہ ساحر کہا گیا مگر ان پر بدکرداری، ہویٰ پرستی اور بدباطنی کا الزام نہیں عائد کیا گیا، حالاں کہ ان کے یہی دشمنان ہر محاذ پر ان کی ہر ممکن تکذیب وتمسخر اور استہزاء کرتے نظر آتے ہیں۔

عصمت انبیاء

قرآن کریم انبیاء ورسل کو محسن، صالح اور متقی کہتا ہے اور ان کے لیے مخلص، مصطفیٰ، مجتبیٰ نیز مختار وغیرہ الفاظ استعمال کرتا ہے جس سے ان کی عصمت وبے گناہی کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہاں ہم اس مفہوم کی صرف چند آیتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس مفہوم کی آیتیں بے شمار وارد ہوئی ہیں:

وَاجۡتَبَیۡنٰھُمۡ وَھَدَیۡنٰھُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿٨٧﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی۔ (الانعام: ٨٧)

اِنَّآ اَخۡلَصۡنٰھُمۡ بِخَالِصَۃٍ ذِکۡرَی الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّھُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: ہم نے انہیں ایک خاص بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے۔ (ص: ٤٦-٤٧)

وَکُلًّا جَعَلۡنَا صٰلِحِیۡنَ ﴿٧٢﴾

ترجمہ: اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ (الانبیاء: ٧٢)

اِنَّھُمۡ کَانُوۡا یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَیَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَھَبًا ؕ وَکَانُوۡا لَنَا خٰشِعِیۡنَ ﴿٩٠﴾

ترجمہ: یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔ (الانبیاء: ٩٠)

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾

ترجمہ: تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا اور نہ ٹیڑھی راہ پر ہے۔ (النجم: ۲)

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء معصوم ہیں، شیطان ان پر اپنا قبضہ نہیں جما سکتا، ان کے اندر اخلاقی گراوٹ نہیں آسکتی۔ ان سے کفر وفسق اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہیں ہوسکتا۔ پیغام رسانی میں ان سے کسی طرح کے خطا ونسیان کا صدور نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ہوتے ہیں اور اللہ انہیں فکر ونظر کی غلطیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

ہاں صغائر کے تعلق سے تاویل، نسیان یا سہو کی بنیاد پر نیک دواعی کے تحت ان سے لغزش ہوسکتی ہے۔ لیکن اس لغزش پر انبیاء کا استمرار وتکرار نہیں ہوتا، اللہ کی جانب سے فوراً اس پر گرفت وتنبیہ ہوتی ہے اور انبیاء فی الفور اس سے دامن کش ہوکر اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتے ہیں، جس سے ان کا درجہ بلند ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ عبس کی شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی معمولی لغزش پر فوراً اللہ کی جانب سے تنبیہ ہوئی، اسی طرح حضرت آدم اور یونس وداؤد علیہم السلام وغیرہم سے معمولی قسم کی لغزشیں ہوئیں تو اللہ نے فوراً ان کی تنبیہ فرمائی۔

بہرحال انبیائے کرام سے سرزد ہونے والی معمولی قسم کی لغزشیں عصمت وکمالِ نبوت کے منافی نہیں ہیں۔ چونکہ انبیاء کے اندر خوفِ الٰہی وافر مقدار میں پایا جاتا ہے، وہ خوشنودیٔ الٰہی کے خواہاں ہوتے ہیں اور احکامِ الٰہی کو سمجھتے ہیں نیز اللہ کی مرضی کے مطابق اسے اپنی زندگی میں داخل کرلیتے ہیں جس سے ان کا اخلاقی وایمانی پہلو بلند ہوجاتا ہے۔ بایں وجہ ان سے گناہوں کا صدور ممکن نہیں رہتا ہے مگر انسان ہونے کی وجہ سے کبھی کبھار ان سے لغزش وچوک ہوجاتی ہے پھر بھی یہ لغزش وچوک مستقل و دیرپا نہیں ہوا کرتی ہے بلکہ اللہ کی جانب سے فوراً ہی اس کی اصلاح کردی جاتی ہے۔ قاضی عیاض، سبکی اور امامیہ شیعہ وغیرہ کا گمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی طرح کی لغزش وچوک یا گناہ ہو ہی نہیں سکتی، مگر یہ مسلک درست نہیں ہے۔

انبیائے کرام کے دیگر خصائص کا اجمالی تذکرہ

- انبیاء کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل بیدار رہتا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی

تھیں پر دل نہیں سوتا تھا، اور تمام انبیاء کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ جب ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا ہے۔ (۱)

- موت کے وقت انہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو وہ دنیا میں رہنا پسند کریں اور چاہیں تو آخرت میں رہنا پسند کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا مِنْ نبی یمرضُ إلّا خُیِّرَ بینَ الدنیا والآخرةِ" (۲) جو نبی بھی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے: "لَنْ یَمُوْتَ نبیٌ حتّٰی یُخَیَّرَ بینَ الدنیا والآخرةِ" (۳) کسی نبی کی موت نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ انہیں دنیا وآخرت کے مابین اختیار دیا جاتا ہے۔
- جہاں ان کی وفات ہوتی ہے وہیں انہیں دفن بھی کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا قبضَ اللهُ نبیًّا إلا فیْ الموضعِ الّذیْ یُحِبُّ أنْ یُدْفَنَ فِیه" جتنے بھی نبی ہوئے ہیں اللہ نے ان کی روح وہیں قبض کی ہے جہاں وہ دفن کیا جانا پسند کرتے تھے (اس لیے) تم لوگ انہیں ان کے بستر ہی کے مقام پر دفن کرو۔ (۴)
- وفات کے بعد انبیاء کی بیوہ بیویوں سے امتیوں کے لیے نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ

ترجمہ: اور نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو، یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (الاحزاب: ۵۳)

---

(۱) بخاری کتاب المناقب باب کان النبی ﷺ تنام علیہ ولا ینام قلبہ، رقم الحدیث: ۳۵۷۰

(۲) بخاری کتاب التفسیر باب فاولئك مع ...... رقم الحدیث: ۴۵۸۶

(۳) مسلم کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باب فی فضل عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رقم الحدیث: ۲۴۴۴

(۴) ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی دفن النبی ﷺ (۱۰۱۸)، ابن ماجۃ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہٖ ودفنہٖ صلی اللہ علیہ وسلم رقم: ۱۶۲۸، مسند احمد (۲۷)

- وہ وراثت میں مال و دولت نہیں چھوڑتے بلکہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا نُورِثُ، مَا تَرَكْنَا صدقةٌ“(۱) ہم وارث نہیں بناتے بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔
- وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: ”الأنبياءُ . صلوات الله عليهم . أحياء في قبورهم يصلونَ“(۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان کی قبر کی یہ زندگی اخروی و برزخی ہوتی ہے دنیاوی نہیں۔
- انبیاء علیہم السلام کی جسموں کو مٹی نہیں کھاتی ہے۔ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارا سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم (علیہ السلام) پیدا کئے گئے اور اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن چیخ ہوگی اس لیے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے“۔ اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ کے اوپر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ (کی ہڈیاں) بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إنَّ اللهَ حرَّمِ علىٰ الارضِ أن تأكلَ أَجسَادَ الانبياءِ“ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔(۳)

مقاصد رسالت

اللہ رب العزت نے نبوت و رسالت کا سلسلہ بہتیرے مقاصد کے تحت جاری فرمایا ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ آنے سطور میں بالاجمال کیا جا رہا ہے:

(۱) بخاری کتاب الفرائض باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... رقم: ۶۷۳۰، مسلم کتاب الجہاد والسیر باب قول النبی لانورث ...... رقم: ۱۷۵۹

(۲) مسند ابویعلیٰ، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، جلد: ۲، ص: ۱۸۷، رقم الحدیث: ۶۲۱

(۳) ابن ماجۃ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث: ۱۶۳۶، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ رقم الحدیث: ۱۰۴۷، نسائی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی یوم الجمعۃ رقم: ۱۳۷۴، دارمی کتاب الصلوٰۃ باب فی فضل یوم الجمعۃ رقم: ۱۶۱۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۱۶۲

(۱) معرفت الٰہی اور عہدِ اَلست کی یاددہانی

نبوت و رسالت کا سب سے اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ انبیاء و رسل کی بعثت اسی لیے ہوئی کہ وہ بندگانِ الٰہ کو اس کی مرضی و منشا اور احکام و فرامین سے روشناس کرائیں۔ چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے قیامت تک ہونے والی تمام اولاد سے اللہ تعالیٰ نے ”عہد اَلست“ کا جو عہد و پیمان لیا تھا اس کی یاددہانی کے لیے انبیاء کی بعثت ضروری ٹھہری۔ اس عہد کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بایں طور کیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہو کہ پہلے پہلے شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا اور ہم ان کے بعد اُن کی نسل میں ہوئے، سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر تو ہم کو ہلاکت میں ڈال دے گا؟ (الاعراف: ۱۷۲-۱۷۳)

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے آیاتِ بالا کی تفسیر میں مروی ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو جمع فرمایا، انہیں جوڑا جوڑا بنایا، ان کی صورتیں بنائی، انہیں قوتِ گویائی عطا فرمائی اور وہ بولنے لگے، پھر ان سے عہد و پیمان لیا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان لوگوں نے جواب دیا: بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ساتوں آسمانوں زمینوں اور تمہارے باپ آدم کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ کہیں روزِ قیامت یہ نہ کہنے لگو کہ ہم بے خبر تھے، جان لو! کہ میرے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجتا رہوں گا جو تمھیں میرا یہ عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ سبھوں نے کہا: ہم اقرار کرتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب اور

معبود ہے، تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب اور نہ کوئی ہمارا معبود ہے.....‘‘(۱)

(۲) عبادتِ الٰہی کی دعوت

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔ (النحل:۳۶) اور فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: پھر ان میں خود ان میں سے (ہی) رسول بھی بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تم کیوں نہیں ڈرتے؟ (المومنون: ۳۲)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت ورسالت کا مقصد بندوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف جاگزیں کرنا ہے تاکہ وہ عالمِ ارواح میں کئے اپنے عہد و پیمان کے مطابق اللہ کی ربوبیت کو تسلیم کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، معبودانِ باطلہ کی تردید وتکفیر کریں اور ان کی پرستش وعبادت کے قریب نہ جائیں۔

(۳) اللہ کی طرف پہنچانے والے راستوں کی رہنمائی

نبوت و رسالت کے مقاصد کا بیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے درج ذیل آیتِ کریمہ میں بھی ہوا ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ: جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے

(۱) رواہ عبد اللہ بن احمد فی زوائد ابیہ (جلد:۵، صفحہ:۱۳۵) و قال الھیثمی (جلد:۷، صفحہ:۲۵) بعد ذکر ھذا الحدیث: رواہ عبد اللہ بن احمد عن شیخہ محمد بن یعقوب الربانی و ھو مستور و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتھیٰ، و اخرجہ ایضاً ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن مردویہ فی تفاسیرھم و ھو و ان کان موقوفاً علی ابی ابن ابی کعب من قولہ، لکنہ مرفوع حکماً فانہ لا سبیل الیہ الا السماع عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ واللہ اعلم۔ انظر: مرعاۃ المفاتیح جلد: ۱، صفحہ: ۲۱۵ طبع قدیم۔

سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جس سے تم بے علم تھے۔ (البقرۃ:۱۵۱)

آیتِ کریمہ میں نبوت ورسالت کے چار اہم مقاصد بیان ہوئے ہیں:

(۱) تلاوتِ آیات (۲) تزکیہ تعلیم (۳) کتاب وحکمت (۴) نامعلوم باتوں کی تعلیم۔

گویا رسول آیاتِ الٰہی کی خود تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی سکھلاتے ہیں۔ بندگانِ الٰہی کو ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کرتے ہیں، کتاب وحکمت (حدیث) کی تعلیم دیتے ہیں اور ان باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جس سے قوم لاعلم و بے خبر ہوتی ہے۔

ہدایت دینا اللہ کے اختیار میں ہے

گویا انبیاء علیہم السلام کی ذمہ داری یہ ہوئی کہ پیغامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچائیں اور اس کی وضاحت وتشریح کریں۔ بندگانِ الٰہی کو مقصدِ تخلیق سے آگاہ کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ اللہ کی رضا وخوشنودی کس طرح کے کاموں میں ہے اور کس طرح کے کاموں کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے نیز مرنے کے بعد انسان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ پیش آئے گا۔ انبیاء کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو ضرور راہ راست پر لے آئیں، ہدایت دے دیں اور انہیں نجات کا پروانہ دے کر جنت میں داخل کردیں، بلکہ پیغمبروں کا کام اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے راستوں کی رہنمائی کرنا اور بندوں تک اس کے احکام وفرامین کو پہنچا دینا ہے اور ہدایت دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ترجمہ: انہیں ہدایت پر لا کھڑا کرنا تیرے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ (البقرۃ:۲۷۲)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو۔ اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ (المائدۃ:۹۲)

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔(العنکبوت:۱۸)

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔(یٰس:۱۷)

(۴) بشارت وانذار

نبوت و رسالت کا ایک مقصد بشارت و انذار ہے، یعنی انبیاء و رسل کی بعثت کا ایک مقصد عذاب کی نشانیاں دکھانا یا عذاب لانا یا خوارق و عجائب کی نمائش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ان کی تکذیب کے لوازم و نتائج میں سے ہے۔ اور ان کی بعثت کے مقاصد میں سے یہ ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کو بشارت وخوش خبری سنائیں اور انکار و نافرمانی کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور ہدایت وراہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں پھر جو ایمان لے آئے اور درستی کر لے سو ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلائیں ان کو عذاب پہنچے گا بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کرتے ہیں۔(الانعام:۴۸،۴۹) اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: ہم نے تو آپ کو خوشخبری اور ڈر سنانے والا (نبی) بنا کر بھیجا ہے۔(الفرقان:۵۶)

(۵) اتمامِ حجت

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ایک مقصد نوعِ انسانی پر حجت بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے اور کسی کو یہ عذر کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہمیں تو احکامِ دینیہ کی تفصیلات کا علم نہیں تھا، اگر ہمارے پاس کوئی نبی مبعوث کیا جاتا تو ہم بھی پاک باز، متقی، پرہیزگار اور فرمانبردار ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ: اور اگر ہم اس سے پہلے ہی انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے۔(طٰہٰ:۱۳۴) اور فرمایا:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ: ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوش خبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔(النساء:۱۶۵)

انبیاء علیہم السلام کی دعوت

انبیائے کرام کی بعثت جن مقاصد کے تحت ہوئی انہوں نے اسے بخوبی انجام دیا اور نہایت احسن طریقے سے اپنے فریضۂ منصبی کو ادا فرمایا۔ حالاں کہ اس راہ میں انہیں سخت اذیتیں جھیلنی پڑیں، لوگوں نے انہیں مختلف النوع اذیت و تکالیف سے دوچار کیا، پھر بھی وہ اذیت کے ہر میدان میں صبر و ثبات کے عظیم پہاڑ ثابت ہوئے اور کارِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا، بلکہ ہر حالت میں بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف بلایا اور توحید و عبادت کی تمام قسموں میں اللہ کو ایک ماننے کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔(الانبیاء:۲۵)

چنانچہ ہر نبی نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا

ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔(النساء:۳۶)

يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۲۱﴾ ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔ (البقرۃ:۲۱)

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴿۵۱﴾ ترجمہ: یقین مانو! میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے، تم سب اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ (آل عمران:۵۱)

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ○ ترجمہ: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (المومنون:۲۳)

دین انبیاء کی وحدت اور شرائع کا اختلاف

انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ و نچوڑ یہی ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، اسی کو اپنا معبود و رب تسلیم کیا جائے، اس کے سوا کسی غیر کی پرستش نہ کی جائے۔ اور اس پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے، گویا کہ ہر نبی کا دین ایک تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ (۱) گو شرائع و مناہج اور طریقۂ کار میں کچھ اختلاف رہا ہے۔ مگر یہ اختلاف شکل و ہیئت، حلال و حرام اور تخفیف و تشدید جیسی فروعات میں تھا۔ (مثلاً عبادت کی شکل، قربانیوں کے رسوم، کسی خاص طعام کا کھانا یا نہ کھانا، کسی خاص وضع و قطع کا اختیار کرنا یا نہ کرنا وغیرہ)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ.

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کر دی ہے۔ اگر منظور مولیٰ ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ (المائدۃ:۴۸)

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴿۶۷﴾

ترجمہ: ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے، جسے وہ بجالانے

(۱) مثلاً: البقرۃ: ۱۳۱ تا ۱۳۲، المائدۃ: ۴۴، ۴۸، ۱۱۱، الاعراف: ۱۲۶، الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۳، یونس: ۷۲ و ۸۴، یوسف: ۱۰۱، النمل: ۱۳۱ تا ۱۳۲ وغیرہ۔

والے ہیں۔ پس انہیں اس امر میں آپ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلائیے۔ یقیناً آپ ٹھیک ہدایت پر ہی ہیں۔ (الحج:۶۷)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ”الأنبياء إخوةٌ من علّات، أُمهاتُهم شتّٰى ودينُهم واحِدٌ“ انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف (اور باپ ایک) ہے اور ان کا دین ایک ہی ہے۔ (۱)

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیائے انسانیت کے لیے جو دین لے کر آئے یہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ یہ وہی دین ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیائے کرام علیہم السلام کو دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحاً وَالَّذِيْ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰٓى أَنْ أَقِيمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيهِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا، کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ (الشوریٰ:۱۳)

اختلافِ شرائع کی نوعیت و حقیقت کو واضح کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اپنے مخصوص طرزِ بیان میں لکھتے ہیں:

”**قرآن کہتا ہے:** مذہب کا اختلاف دو طرح کا ہے۔ ایک اختلاف تو وہ ہے جو پیروانِ مذاہب نے مذہب کی حقیقی تعلیم سے منحرف ہو کر پیدا کر لیا ہے، یہ اختلاف مذاہب کا اختلاف نہیں ہے، پیروانِ مذاہب کی گمراہی کا نتیجہ ہے۔ دوسرا اختلاف وہ ہے جو فی الحقیقت مذاہب کے احکام و اعمال میں پایا جاتا ہے، مثلاً ایک مذہب میں عبادت کی کوئی خاص شکل اختیار کی گئی ہے، دوسرے میں کوئی دوسری شکل، تو یہ اختلاف اصل و حقیقت کا اختلاف نہیں ہے محض فروع و ظواہر کا اختلاف ہے اور ضروری تھا کہ ظہور میں آتا۔

وہ کہتا ہے: مذاہب کی تعلیم دو قسم کی باتوں سے مرکب ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے جو ان کی

(۱) بخاری باب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم باب قول اللہ: واذکر فی الکتاب مریم (۳۴۴۳)، مسلم کتاب الفضائل بابٌ: فضائل عیسیٰ علیہ السلام (۲۳۶۵) وغیرہ

روح وحقیقت ہے، دوسری وہ ہے جن سے ان کی ظاہری شکل وصورت آراستہ کی گئی ہے۔ پہلی چیز اصل ہے دوسری فرع ہے۔ پہلی چیز کو وہ ''دین'' سے تعبیر کرتا ہے دوسری کو ''شرع'' اور ''نسک'' سے اوراس کے لیے ''منہاج'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ ''شرع'' اور ''منہاج'' کے معنی راہ کے ہیں اور ''نسک'' سے مقصود عبادت کا طور طریقہ ہے۔ پھر اصطلاح میں ''شرع'' قانونِ مذہب کو کہنے لگے اور ''نسک'' عبادت کو۔

وہ کہتا ہے: مذاہب میں جس قدر بھی اختلاف ہے وہ دین کا اختلاف نہیں محض شرع و منہاج کا اختلاف ہے یعنی اصل کا نہیں فرع کا ہے، حقیقت کا نہیں ظواہر کا ہے، روح کا نہیں ہے صورت کا ہے اور ضروری تھا کہ یہ اختلاف ظہور میں آتا۔ مذہب کا مقصود انسانی جمعیت کی سعادت واصلاح ہے لیکن انسانی جمعیت کے احوال وظروف ہر عہد اور ہر ملک میں یکساں نہیں رہے اور نہ یکساں رہ سکتے تھے، کسی زمانے کی معاشرتی اور ذہنی استعداد ایک خاص طرح کی نوعیت رکھتی تھی۔ کسی زمانے میں ایک خاص طرح کی، کسی ملک کے حالات ایک خاص طرح کی معیشت چاہتے تھے، کسی دوسرے ملک کے حالات دوسری طرح کی۔ پس جب مذہب کا ظہور ہوا اسی کے مطابق شرع اور منہاج کی صورت بھی اختیار کی گئی۔ جس عہد اور جس ملک میں جو صورت اختیار کی گئی وہی اس کے لیے موزوں تھی۔ اس لیے ہر صورت اپنی جگہ بہتر اور حق ہے اور یہ اختلاف اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، جتنی اہمیت نوعِ بشری کے تمام معاشرتی اور طبعی اختلافات کو دی جاسکتی ہے۔(۱)

وحدتِ ادیان کا غلط فلسفہ اور اس کی تبطیل

گزشتہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کا دین ایک تھا اور وہ اسلام ہے۔ ہاں اختلاف تھا تو صرف شرائع اور منہاج کے سلسلے میں، لیکن شریعتِ محمدیہ کے ذریعہ ساری شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور اب دین بھی ایک ہے اور شریعت بھی ایک، نیز فلاح ونجات کا دار و مدار صرف اور صرف شریعت محمدی کی اتباع پر موقوف ہے، اور اگر کوئی یہ تصور کرتا ہے کہ دنیا میں جو اور دیگر ادیان و مذاہب پائے جاتے ہیں انہیں میں سے کسی ایک کو تسلیم کرکے کامیابی سے ہمکنار ہوا جا سکتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے، یہ نہایت باطل نظریہ اور انتہائی کمزور طرزِ فکر ہے۔ جیسا کہ بعض گمراہ لوگوں نے اس شبہے کو بنیاد بنا کر ''وحدتِ ادیان'' کا غلط فلسفہ کشید کرلیا ہے کہ جب انبیاء کی

(۱) ام الکتاب، صفحہ: ۲۶۲

دعوت ایک ہے اور تمام ادیان و مذاہب حق وسچ ہیں وہ اللہ کی جانب رہنمائی کرتے ہیں اور نیک وبد کی تمیز کرتے ہیں تو ان سب کے ماننے والے بھی حق پر ہیں۔ لہٰذا کسی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ واجبی طور پر شریعتِ محمدی کی ہی اتباع کرے۔ (نعوذ باللہ)

مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ پچھلے ادیان و مذاہب محدود زمانے کے لیے تھے انہیں بین الاقوامی عالمی حیثیت نہیں حاصل تھی اور نہ ہی ان کی محفوظیت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی تھی، جبکہ ان کے بالمقابل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت غیر متبدل، بین الاقوامی اور دائمی ہے اور اپنے سے پہلے مذاہب کے مسخ شدہ حالت کی تصحیح بھی کرتی ہے اور مزید یہ کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ لہٰذا فلاح ونجات کے لیے شریعت محمدیہ کی پیروی لازم وضروری ہے۔

وحدتِ ادیان کے اس غلط فلسفہ کے قائلین کو سورۂ بقرہ کی ایک آیت کے مقصود و مدعا کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے ہوا ہے؟...... لہٰذا ہم وہ آیتِ کریمہ اور اس کی صحیح ماثور تفسیر پیش کررہے ہیں تاکہ اس گمراہ کن فلسفے کی تردید اور غلط فہمی کا ازالہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں، جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجر ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اداسی۔ (البقرہ: ۶۲)

آیتِ کریمہ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں یہود کی بدعملیوں سرکشیوں اور اس کی بنا پر ان کے مستحقِ عذاب ہونے کا تذکرہ فرمایا تو ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوسکتا تھا کہ ان یہودیوں میں جو لوگ صحیح، کتابِ الٰہی کے پیرو اور اپنے پیغمبر کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے والے تھے، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ یا کیا معاملہ فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمادی کہ صرف یہودی ہی نہیں، نصاریٰ اور صابی بھی اپنے اپنے وقت میں جنہوں نے اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھا اور عمل صالح کرتے رہے،

وہ سب نجاتِ اخروی سے ہمکنار ہوں گے اور اسی طرح اب رسالتِ محمدیہ پر ایمان لانے والے مسلمان بھی اگر صحیح طریقے سے ایمان باللہ والیوم الآخر اور عملِ صالح کا اہتمام کریں گے تو یہ بھی یقیناً آخرت کی ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں گے۔ نجاتِ اخروی میں کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ وہاں بے لاگ فیصلہ ہوگا۔ چاہے مسلمان ہوں یا رسول آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر جانے والے یہودی، عیسائی اور صابی وغیرہم۔

اس کی تائید بعض مرسل آثار سے ہوتی ہے۔ مثلاً مجاہد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اہل دین کے بارے میں پوچھا جو میرے ساتھی تھے عبادت گزار اور نمازی تھے (یعنی رسالتِ محمدیہ سے قبل وہ اپنے دین کے پابند تھے) تو اس موقعے پر یہ آیت نازل ہوئی: "إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ......الخ" (ابن کثیر) قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔ مثلاً: "إِنَّ الدِّينَ عِندَ للهِ الإِسْلاَمُ" اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ (آل عمران:١٩) "وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ" جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا متلاشی ہوگا وہ ہرگز مقبول نہیں ہوگا۔ (آل عمران:٨٥)

اور احادیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرما دی ہے کہ اب میری رسالت پر ایمان لائے بغیر کسی شخص کی نجات نہیں ہو سکتی، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "والّذی نفس محمد بیده لا یسمع بی أحد من هٰذه الأمة یهودی ولا نصرانی ثم یموتُ ولم یؤمن بالّذی أُرسلتُ به إلّا کانَ من أصحابِ النار" (١) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری اس امت میں جو شخص بھی میری بابت سن لے، وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ میری لائی ہوئی رسالت پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا۔ (٢)

آخری نبی ﷺ کے بعض امتیازی خصائص

گذشتہ صفحات میں انبیاء ورسل اور نبوت ورسالت کی خصوصیات کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ اب یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض وہ خصوصیات کتاب اللہ اور صحیح

(١) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ النبی ﷺ رقم الحدیث: ١٥٣، مسند احمد رقم الحدیث: ٨٦٠٩

(٢) ملاحظہ ہو: قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر، صفحہ: ٢٨

احادیث کی روشنی میں بیان کی جا رہی ہیں، جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں:

خاتم الانبیاء ہونے کا اعزاز

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" ترجمہ: لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔ (الاحزاب:٤٠)

عالمگیر رسالت

انبیائے سابقین خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام دنیا والوں کی طرف ہوئی ہے یعنی آپ کو عالمگیر رسالت کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ (الاعراف:١٥٨)

جامع کلمات اور ایک ماہ کی مسافت سے رعب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، اور ایک ماہ کی مسافت پر رہنے والے دشمن کے دلوں میں رعب بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدد کی گئی ہے۔

غنیمتوں کی حلت اور تمام زمین کا مسجد و پاکیزہ ہونا

غنیمتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے، اور تمام روئے زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے مسجد و پاکیزہ بنائی گئی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أعطیتُ خمسا لم یعطهن احدٌ من الأنبیاءِ قبلی: نصرتُ بالرعبِ مسیرةَ شهرٍ، وجُعلتْ لی الأرضَ مسجداً وطهوراً فأیما رجلٍ مِنْ أُمَّتِیْ ادرکته الصلوٰةَ فلیصلِّ، واُحِلَّتْ لی الغنائمَ ولم تحل لأحدٍ قبلِی، واعطیتُ الشَّفاعةَ، وکانَ النبیُّ یبعثُ إلیٰ قومِهٖ خاصةً وبُعِثتُ إلیٰ الناسِ عامةً" مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں ملیں:

(۱) ایک ماہ کی مسافت پر دشمن ہو اللہ اس کے دل میں میرا رعب بٹھا دیتا ہے۔
(۲) زمین کو میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنایا گیا ہے لہٰذا میری امت کا کوئی آدمی وہیں نماز پڑھ لے جہاں نماز کا وقت ہو جائے۔
(۳) غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا ہے جب کہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں حلال تھا۔
(۴) مجھے حقِ شفاعت دی گئی ہے۔
(۵) مجھ سے پہلے کے نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میری بعثت تمام دنیا والوں کی طرف ہوئی ہے۔(۱)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فضلت على الأنبياء بست: أعطيتُ جوامع الكلم، ونصرتُ بالرعب، واحلتْ لى الغنائم، وجعلتْ لى الأرضَ طهوراً ومسجداً، وأرسلتُ إلى الخلقِ كافةً، وختم بى النبيون“ مجھے انبیاء پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے:

(۱) مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں۔
(۲) رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔
(۳) غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا ہے۔
(۴) زمین کو میرے لیے پاکیزہ اور مسجد بنایا گیا ہے۔
(۵) مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔
(۶) میرے ذریعہ نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔(۲)

زمینی خزانوں کی کنجیاں پانا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی تھیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فبينا أنا نائمٌ أُتيتُ بمفاتيح خزائن الأرضِ فوُضِعت فى يدِى“ یعنی میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(۱) بخاری کتاب التیمّم رقم الحدیث: ۳۳۵، مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ رقم الحدیث: ۵۲۱، نسائی کتاب الغسل والتیمّم باب التیمّم بالصعید رقم الحدیث: ۴۳۲ واللفظ للبخاری
(۲) مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ترمذی ابواب اسیر عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الغنیمۃ، مسند احمد: رقم الحدیث: ۹۳۳۷

کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو (اپنے رب کے پاس) جا چکے ہیں اور (جن خزانوں کی وہ کنجیاں تھیں) انہیں اب تم نکال رہے ہو۔(۱)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ: الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ“(۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا، یقیناً میری امت کی حکمرانی وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی، اور مجھے سرخ وسفید (یعنی سونا وچاندی) دو خزانے دے گئے۔

نام احمد کی انفرادیت اور امّت کو خیر الامم ہونے کا اعزاز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا گیا اور آپ ﷺ کی امت کو خیر الامم قرار دیا گیا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أعطيتُ ما لم يعط أحدٌ من الأنبياء قبلى، فقلنا: يا رسول الله ما هو؟ قال: نصرت بالرعب، واعطيت مفاتيح الأرض، وسميت أحمد، وجعل التراب لى طهوراً، وجعلت أمتى خير الأمم“ مجھے کچھ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں: رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، مٹی کو میرے لیے پاکیزہ بنایا گیا، اور میری امت کو خیر الامم قرار دیا گیا۔(۳)

مقام محمود اور شفاعت عظمیٰ کا شرف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن مقامِ محمود پر فائز ہوں گے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقِ شفاعتِ عظمیٰ عطا کی جائے گی۔ اور روزِ قیامت سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کرنے والے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹ ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں، یہ زیادتی آپ

(۱) بخاری کتاب الجہاد والسیر باب قول النبی ﷺ نصرت بالرعب رقم: ۲۹۷۷۔
(۲) مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ہلاک ہٰذہٖ الامۃ ......رقم: ۲۸۸۹، ترمذی رقم الحدیث: ۲۱۷۶، ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲، ابن ماجۃ رقم الحدیث: ۳۹۵۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۴۵۲
(۳) مسند احمد رقم الحدیث: ۷۶۳، السراج المنیر ۱/ ۶۵۰

کے لیے ہے، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے گا۔ (الاسراء:۷۹)

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو جائے گا کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا، لوگ اسی حال میں اپنی مخلصی کے لیے آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے، پھر موسیٰ علیہ السلام سے اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (عبداللہ نے اپنی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا کہ:) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ تھام لیں گے۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ آپ کو "مقامِ محمود" عطا فرمائے گا، جس کی تمام اہلِ محشر تعریف کریں گے۔(۱) اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قیامت کے دن لوگ بھیڑ کی شکل میں چلیں گے، ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اور (نبیوں کے پاس جا کر) کہے گی کہ اے فلاں! ہماری شفاعت کرو (مگر وہ سب ہی انکار کر دیں گے) آخر شفاعت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے، تو یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔ (۲)

شفاعت اور اس کی قسمیں:

کسی دوسرے کے لیے سفارش اور دعا کی درخواست کو شفاعت کہتے ہیں۔ شفاعت کی دو بڑی قسمیں ہیں:

شفاعت خاصہ: یہ وہ شفاعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً شفاعتِ کبریٰ اور ابوطالب کے حق میں آپ کی شفاعت اور اہلِ جنت کی جنت میں داخل ہونے کے لیے شفاعت وغیرہ۔

شفاعتِ عامہ: یہ وہ شفاعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء، اولیاء، صالحین، فرشتے، مومنین، شہداء، فوت شدہ نابالغ بچے، قرآن کریم اور روزہ وغیرہ کی شفاعت کو شامل ہے اور ان کے لیے ثابت ہے۔

اور پھر عمومی طور پر شفاعت کو مندرجہ ذیل چھ قسموں میں منقسم کیا گیا ہے نیز صاحبِ شرح عقیدہ طحاویہ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ اور دیگر علماء کرام نے شفاعت کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں

(۱) بخاری کتاب الزکوۃ باب من سال الناس تکثراً رقم الحدیث: ۱۴۷۵۔
(۲) بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ بنی اسرائیل باب قولہ عسی ان یبعثک مقاماً محموداً رقم الحدیث: ۴۷۱۸

مگر وہ سب کی سب انہیں چھ قسموں میں شامل ہیں:

(۱) شفاعتِ عظمیٰ یا شفاعت کبریٰ، یہ شفاعت میدانِ حشر میں ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان جلد فیصلہ کر دے، جبکہ لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کر چکے ہوں گے اور انبیائے کرام اپنا اپنا عذر پیش کر کے شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے، تمام لوگ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم "أَنَا لَهَا"(۱) (میں ہی اس کا حق دار ہوں) کہہ کر اللہ کی اجازت سے شفاعت کریں گے اور یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے، جیسا کہ اوپر اس کا بیان ہوا ہے۔

(۲) دوسری شفاعت جنت میں داخلہ کے لیے ہوگی اور دخولِ جنت کے لیے جنت کا دروازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وسفارش ہی سے کھولا جائے گا اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جنت میں داخل ہوگی۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اس مفہوم کی احادیث اگلی خصوصیت کے بیان کے تحت آگے آ رہی ہیں۔

(۳) تیسری شفاعت ان لوگوں کے سلسلے میں ہوگی جن کے بارے میں جہنم میں جانے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا مگر شفاعت کی وجہ سے وہ لوگ جہنم میں داخل ہونے سے بچ جائیں گے اور ان لوگوں کے بارے میں شفاعت ہوگی جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرما دے۔

(۴) چوتھی شفاعت کبیرہ گناہوں کے مرتکب ان اہلِ توحید کے لیے ہوگی جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم کی سزا بھگت رہے ہوں گے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "إِنَّ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي"(۲) ترجمہ: "بے شک قیامت کے روز میری شفاعت میری امت کے اہلِ کبائر کے لیے (بھی) ہوگی"۔ اور یہ شفاعت چار مرحلوں میں ہوگی، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ شفاعت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) بخاری و مسلم وغیرہ
(۲) ترمذی ابواب صفة القيامة والرقاق والورع عن رسول اللہ باب منہ رقم الحدیث: ۲۴۳۶، ابن ماجۃ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعۃ رقم الحدیث: ۴۳۱۰

"............پھر میں اپنے رب سے اجازت چاہوں گا اور مجھے اجازت عطا کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ تعریفوں کے الفاظ مجھے الہام کرے گا جن کے ذریعہ میں اللہ کی حمد بیان کروں گا جو اس وقت مجھے یاد نہیں ہیں۔ چنانچہ جب میں یہ تعریفیں بیان کروں گا اللہ کے حضور میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں دیا جائے گا، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ پھر میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت! میری امت! کہا جائے گا: جائیں اور جس کے دل میں (گندم یا) جو کے برابر ایمان ہے انہیں اس سے نکال لیں۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ پھر میں لوٹ آؤں گا اور پھر اسی طرح اس کی تعریف کروں گا اور اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، تو مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں دیا جائے گا، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت! میری امت! کہا جائے گا: جائیں اور جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لیں، پھر میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ پھر میں لوٹ آؤں گا اور انہی اسلوب میں اس کی حمد بیان کروں گا اور پھر اس کے لیے سجدے میں گر جاؤں گا، کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں دیا جائے گا، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت! میری امت! تو آپ سے کہا جائے گا: جائیں جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم اس سے (بھی) کم اس سے (اور بھی) کم ایمان ہو اسے نکال لیں، تو میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا۔............پھر میں چوتھی بار لوٹوں گا اور انھی محامد سے اس کی حمد بیان کروں گا اور اللہ کے لیے سجدہ میں چلا جاؤں گا، تو کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں دیا جائے گا، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! مجھے ان کے بارے میں (بھی) اجازت دیجیے جنوں نے (صرف) "لا الٰہ الا اللہ" کہا ہے۔ اللہ فرمائے گا: مجھے میری عزت، میرے جلال، میری کبریائی اور میری بڑائی کی قسم! میں انہیں (بھی) اس سے نکالوں گا جنھوں نے "لا الٰہ الا اللہ" کہا ہے"۔(۱)

(۵) پانچویں شفاعت اہل جنت میں سے بعض جنتیوں کے درجات کو بلند کرنے کے لیے ہوگی

(۱) بخاری کتاب التوحید باب کلام الرب عز وجل یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرہم رقم الحدیث: ۷۵۱۰، مسلم کتاب الایمان باب أدنی اہل الجنۃ منزلۃ فیہا رقم الحدیث: ۱۹۳

تاکہ ان میں سے جو کم درجے کے ہیں ان کے درجات بلند کر دیے جائیں۔

(۶) چھٹی شفاعت اہلِ جہنم کے بعض کافروں کے عذاب میں تخفیف و کمی کے لیے ہوگی اور یہ شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے لیے خاص ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے کافروں میں سے جہنم سے کوئی نہیں نکل سکے گا صرف عذاب میں کمی اور تخفیف ممکن ہے اور وہ بھی ابوطالب کے ساتھ خاص ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

"لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ"(۱) ترجمہ: امید ہے کہ قیامت کے روز میری سفارش ان کو نفع دے گی تو انہیں کم گہری آگ میں ڈالا جائے گا جو ان کے ٹخنوں تک ہوگی اور اس سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ مذکورہ شفاعتوں میں سے تیسری چوتھی اور پانچویں شفاعت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ دوسرے انبیاء و اولیاء اور دیگر مقربین بھی کریں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبقت و اوّلیت حاصل ہوگی۔(۲)

قبولیت شفاعت کی شرائط

قبولیتِ شفاعت کے لیے مندرجہ ذیل دو بنیادی شرطوں کا پایا جانا لازم وضروری ہے:

پہلی شرط: شفاعت وسفارش کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت کا ہونا۔ اللہ تعالیٰ جب تک اجازت نہیں دے گا کسی میں سفارش کرنے کی طاقت و سکت نہیں ہوگی اور نہ وہ سفارش ہی کر سکیں گے۔ جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط

ترجمہ: کون ہے وہ جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔ (البقرۃ:۲۵۵)

دوسری جگہ فرمایا:

(۱) بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار رقم الحدیث: ۶۵۶۴، وکتاب مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب رقم الحدیث: ۳۸۸۵، مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لأبی طالب رقم الحدیث: ۲۱۰

(۲) شفاعت کی قسموں کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مختصر ہدایۃ المستفید اردو ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید، صفحہ: ۱۰۵، صحیح اسلامی عقیدہ از: علامہ حافظ بن احمد الحکمی اردو ترجمہ: مشتاق احمد کریمی

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمینوں کا راج اسی کے لیے ہے تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔(الزمر:۴۴)

ایک اور جگہ فرمایا: وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰى ۝

ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے۔(النجم:۲۶)

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد ہی شفاعت ہوگی اور وہی لوگ شفاعت کریں گے جنھیں اس کی اجازت حاصل ہوگی اور ظاہر سی بات ہے اس کی اجازت اللہ تعالیٰ کے محبوب و پسندیدہ بندوں ہی کو حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

ترجمہ: کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان کے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قول قرار لے لیا ہے۔(مریم:۸۷)

قول وقرار (عہد) کا مطلب ایمان وتقویٰ ہے۔ یعنی اہل ایمان وتقویٰ میں سے جن کو اللہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا وہی شفاعت کریں گے، ان کے سوا کسی کو شفاعت کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔(۱)

دوسری شرط: جن کے لیے سفارش کی جارہی ہے ان سے اللہ تعالیٰ کا راضی وخوش ہونا ضروری ہے اور یہ معلوم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ موحدین ومخلصین ہی سے راضی وخوش ہوگا اور انہیں کے لیے سفارش کی اجازت بھی دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو وہ خود ہیبت الٰہی سے لرزاں وترساں ہیں۔(الانبیاء:۲۸)

(۱) قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر، صفحہ: ۸۵۱

يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝

ترجمہ: اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔(طٰہٰ:۱۰۹)

اور کفار ومشرکین اور مشرکانہ عقائد کے حاملین کا نہ تو کوئی سفارشی ہوگا اور نہ ان کے بارے میں سفارش قبول ہی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝

ترجمہ: اور انہیں بہت ہی قریب آنے والی (قیامت) سے آگاہ کردیجیے، جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے، ظالموں کا نہ تو کوئی دلی دوست ہوگا نہ سفارشی، کہ جس کی بات مانی جائے گی۔(المومن/غافر:۱۸)

دوسری جگہ فرمایا: "فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝" ترجمہ: پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔(المدثر:۴۸)

حوض کوثر اور مقام وسیلہ کا اعزاز

میدان محشر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "الکوثر" اور جنت میں "الوسیلۃ" عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔(الکوثر)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا حوض عدن سے ایلہ تک کے فاصلے سے زیادہ وسیع ہے اور (اس کا پانی) برف سے زیادہ سفید اور شہد ملے دودھ سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں، (یہ خالص میری امت کے لیے ہے اس لیے) میں (امت کے علاوہ دوسرے) لوگوں کو اس سے روکوں گا، جیسے آدمی اپنے حوض سے لوگوں کے اونٹوں کو روکتا ہے......"(۱)

(۱) مسلم کتاب الطہارۃ باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء رقم الحدیث: ۲۴۷

ویسے تو ہر نبی کو حوض عطا کیا جائے گا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر اس قدر بھیڑ ہوگی کہ تمام انبیاء کو اس پر رشک ہوگا۔ سیدنا سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا، وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً، وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً"(۱) بے شک ہر نبی کے لیے حوض ہوگا اور وہ ایک دوسرے پر رشک کریں گے کہ کس کے ماننے والے زیادہ آتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔

اور وسیلہ کے بارے میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"أعلىٰ درجةٍ في الجنةِ، لا ينالُها إلّا رجلٌ واحدٌ، أرجو أن أكونَ أنا هو" یہ جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے جسے صرف ایک ہی شخص پا سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔(۲)

لمحۂ فکریہ:

یہاں تھوڑی دیر کے لیے آپ تصور کیجیے! ان بدعتیوں کے بارے میں جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدیت و رسالت کے مقام سے اٹھا کر ربوبیت و الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا ہے اور اسی کی آڑ میں دنیا و جہان کی خود ساختہ بدعات و منکرات اور شرکیہ امور انجام دیتے ہیں، جب میدانِ حشر میں اوّلین و آخرین کا اجتماع ہوگا اور کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، ہر کوئی نفسی نفسی کے عالم میں مبتلا ہوگا، حقیقی رشتے خود سے دور بھاگیں گے، لوگ پیاس کی شدت سے بے حال و پریشان ہوں گے اور سیرابی کے لیے حوضِ کوثر پر آئیں گے تو اپنی انہیں بدعات و خرافات کی وجہ سے دھتکار دیئے جائیں گے۔ کتنا دل خراش منظر ہوگا وہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے امتی کے طور پر پہچان لیں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عرض کریں گے: اے اللہ! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں، مگر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں

(۱) ترمذی ابواب صفة القیامة والرقاق والورع عن رسول اللہ باب ماجاء فی صفة الحوض رقم الحدیث: ۲۴۴۳
(۲) ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب رقم الحدیث: ۳۶۱۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۵۹۸۔ شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

نے کیسی کیسی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔ جشن میلاد ہی کو حقیقی محبت کا معیار سمجھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب کہنے والے لوگ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور غور فرمائیں! کہ کیا انہیں حوضِ کوثر سے سیراب ہونے کی سعادت نصیب ہوگی!! اللہ تمام مسلمانوں کو حوضِ کوثر کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے کہ اچانک آپ کچھ دیر کے لیے نیند جیسی کیفیت میں چلے گئے، پھر مسکراتے ہوئے آپ نے اپنا سر اٹھایا تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل کی گئی ہے، پھر آپ نے پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ اس کے بعد آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ، فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ، فَأَقُولُ: رَبِّ إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: مَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَتْ بَعْدَكَ"(۱) ترجمہ: بے شک وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب عزّ وجل نے وعدہ فرمایا ہے، اس پر بہت بھلائی ہے، وہ ایک حوض ہے قیامت کے روز میری امت (سیرابی کے لیے) آئے گی، اس کے برتن ستاروں کی تعداد میں ہیں، پھر ان میں سے ایک شخص کو کھینچ لیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب یہ میری امت سے ہے۔ تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں نکالیں۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: "أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ، وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا، لَيَرِدُ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ" ترجمہ: "میں حوض پر تم لوگوں سے پہلے موجود ہوں گا، اور جو میرے پاس پینے کے لیے آئے گا وہ پیئے گا اور جو (حوض) سے پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، میرے پاس بہت سے لوگ آئیں گے، میں انہیں جانتا ہوں گا اور وہ مجھے جانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ حائل کر دی جائے گی"۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مزید اس زیادتی کے ساتھ مروی ہے

(۱) مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجة من قال البسملة آیة من اول کل سورة سوىٰ براءة رقم الحدیث: ۴۰۰، نسائی کتاب الافتتاح باب قراءة بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رقم الحدیث: ۹۰۴

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں فرمائیں گے: "إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ : إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ : سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي" ترجمہ: یہ تو میرے لوگ ہیں (یعنی میری امت کے افراد ہیں)، تو کہا جائے گا: بے شک آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ تو میں کہوں گا: دوری ہو ہلاکت ہو، دوری ہو ہلاکت ہو، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے میرے بعد (دین) کو بدل ڈالا۔(۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تھے اور فرما رہے تھے: "إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، فَوَاللّٰهِ لَيُقْتَطَعَنَّ دُونِي رِجَالٌ، فَلَأَقُولَنَّ: أَيْ رَبِّ، مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي فَيَقُولُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ، مَا زَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ"(۲) ترجمہ: میں حوض پر ہوں گا اور انتظار کر رہا ہوں گا کہ تم میں سے میرے پاس کون آتا ہے۔ اللہ کی قسم! کچھ لوگ میرے پاس پہنچنے سے روک دیئے جائیں گے، تو میں کہوں گا: یہ میرے ہیں اور میری امت میں سے ہیں۔ تو (اللہ) فرمائے گا: بے شک آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے؟ یہ لوگ مسلسل اپنی ایڑیوں پر پلٹتے رہے ہیں۔

سب سے پہلے قبر کا کھولا جانا اور اولادِ آدم کی سرداری

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھولی جائے گی۔ اور قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولادِ آدم کے سردار ہوں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرَ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ" میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی، اور سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔(۳)

(۱) بخاری کتاب الفتن باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: واتقوا فتنۃ ...... رقم الحدیث: ۷۰۵۰ و ۷۰۵۱، مسلم کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ رقم الحدیث: ۲۲۹۰ و ۲۲۹۱

(۲) مسلم کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ رقم الحدیث: ۲۲۹۴

(۳) مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق رقم: ۲۲۷۸، ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی التخییر بین الانبیاء رقم الحدیث: ۴۶۷۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۹۷۲

الحمد کا جھنڈا اور انبیاء کا اس کے زیر نگیں ہونا

روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں "الحمد" کا جھنڈا ہوگا اور تمام انبیاء و رسل اس جھنڈے کے زیر نگیں ہوں گے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَنَا سَيِّدُ ولدِ آدمَ يومَ القيامةِ ولا فخرَ، وبِيدِي لواءَ الحمدِ ولا فخرَ، وما من نبي يومئذٍ آدمَ فمن سواه إلا تحت لوائی، وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر"(۱) میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے، میرے ہاتھ میں "الحمد" کا جھنڈا ہوگا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے، اس دن آدم اور دیگر انبیاء میرے جھنڈے کے زیر نگیں ہوں گے، نیز سب سے پہلے جس کے قبر کو کھولا جائے گا وہ میں ہوں گا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔

امت کی کثرت اور سب سے پہلے جنت میں داخلہ

قیامت کے دن سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ہوں گے اور آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَنَا اوّلُ الناسِ يشْفعُ فِي الجنةِ، وَأنا أَكْثَرُ الأَنْبِياءِ تَبَعاً"(۲) ترجمہ: میں جنت میں (داخل ہونے کے لیے) سب سے پہلے سفارش کروں گا اور تمام انبیاء کے مقابلے میں میرے پیروکار زیادہ ہوں گے۔

"أَنَا اَكْثَرُ الأَنبياءِ تبعاً يومَ القيامةِ، وأَنَا اولُ مَن يَقرعُ بَابَ الجنةِ"(۳) ترجمہ: قیامت کے دن تمام انبیاء کی نسبت میرے متبعین و پیروکار زیادہ ہوں گے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آتی بابَ الجنةِ يومَ القيامةِ فأَستفتِحُ فيقول الخازن: مَن أنت؟ فاقول: محمد، فيقول: بِكَ أُمرتُ لا افتحُ لاحدٍ قبلكَ"(۴) ترجمہ: میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا، جنت کا خازن پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ میں جواب

(۱) ترمذی ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ومن سورۃ بنی اسرائیل وابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب...... رقم الحدیث: ۳۱۴۸ و ۳۶۱۵ (۲) مسلم کتاب الایمان باب فی قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنۃ رقم الحدیث: ۱۹۶

(۳) مسلم کتاب الایمان باب فی قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنۃ رقم الحدیث: ۱۹۶

(۴) مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ رقم الحدیث: ۵۲۲ مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۳۲۵۱

دوں گا: محمد (ﷺ)، وہ کہے گا: مجھے آپ ہی کے بارے میں حکم ملا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔(۱)

اسراء ومعراج اور انبیاء کی امامت کا شرف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ومعراج کے شرف سے نوازا گیا اور وہاں مسجد اقصیٰ میں آپ نے دیگر انبیاء کی امامت بھی کرائی۔ جیسا کہ اسراء ومعراج کی جو تفصیلی روایات ہیں انہیں میں سے ابن جریر وغیرہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ثم انطلقنا حتیٰ أتینا إلیٰ بیت المقدس، فصلیتُ فیه بالنبیین والمرسلین إماماً"(۲) یعنی پھر ہم چلے اور بیت المقدس آئے جہاں میں نے انبیاء ورسل کو نماز پڑھائی۔

صفوں کا فرشتوں کے صفوں کی طرح ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے صفوں کو فرشتوں کے صفوں کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فُضِّلنا علی الناس بثلاثٍ: جُعِلت صفوفنا کصُفوف الملائکةِ، وجُعلت لنا الارضُ کلها مسجداً، وجعلت تربتُها لنا طهوراً إذا لم نجدِ الماءَ"(۳) ہمیں لوگوں پر تین باتوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی ہے: ہماری صفیں فرشتوں کے صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں، ہمارے لیے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنادیا گیا ہے اور جب ہمیں پانی نہ ملے تو اس زمین کی مٹی ہمارے لیے پاک کرنے والی بنادی گئی ہے۔

حفاظت قرآن کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب قرآن کریم کی حفاظت کی ضمانت وذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝۹

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر:۹)

(۱) مسلم رقم الحدیث:۱۹۷، مسند احمد رقم الحدیث:۱۲۳۹۷

(۲) دیکھیے: الاسراء والمعراج للالبانی ص:۱۴، اور شیخ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(۳) مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ رقم الحدیث:۵۲۲ مسند احمد:(۲۳۲۵۱)

جبکہ انبیاء سابقین پر نازل کردہ کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے ماننے والوں کے ذمہ تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ۚ ترجمہ: ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت ونور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء (علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے۔ (المائدۃ:۴۴)

سورۂ فاتحہ وبقرہ کا عظیم تحفہ

قرآن کریم تو ایک عظیم معجزہ ہے ہی لیکن اس میں موجود سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں نبی پاک ﷺ کو بطور خاص عطا کی گئیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک انہوں نے اوپر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی، تو انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا: آسمان کا یہ دروازہ آج ہی کھولا گیا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا تو انہوں نے کہا: یہ فرشتہ زمین پر اترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا ہے۔ اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: "أبشر بنورین أُوتیتهما لم یوتهما نبیٌّ قبلك: فاتِحةِ الکتابِ، وخواتیم سورةِ البقرةِ، لن تقرأ بحرفٍ منهما إلّا أُعطِیتَهُ" آپ کو دو نور ملنے کی خوشخبری ہو! جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرے سورۂ بقرہ کی آخری آیات، آپ ان دونوں میں سے ایک حرف بھی نہیں پڑھیں گے مگر وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔(۱) یعنی اس کا ثواب ضرور دیا جائے گا۔

سب سے پہلے پل صراط عبور کرنا

آپ ﷺ اپنی امت کے ساتھ سب سے پہلے پل صراط عبور کریں گے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: "فیُضرب الصراط بین ظهرانَی جهنم، فأکونُ أولُ من یجوزُ من الرسلِ بامتهٖ" (۲) پھر پل صراط جہنم کے بیچوں بیچ رکھا جائے گا، اور میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گزرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔

(۱) مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ رقم الحدیث:۸۰۶، نسائی کتاب الافتتاح باب فضل فاتحۃ الکتاب رقم الحدیث:۹۱۲

(۲) بخاری کتاب الاذان باب فضل السجود، رقم الحدیث:۸۰۶

قیامت کے دن نبیوں کا امام اور خطیب ہونا

قیامت کے دن نبی ﷺ نبیوں کے امام ان کے خطیب اور ان کے سفارشی ہوں گے۔ سیدنا اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”إذا كانَ يومُ القيامةِ كنتُ إمامَ النبيّين وخطيبهم وصاحبَ شفاعتهم غير فخرٍ“ قیامت کے دن مَیں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہوں گا، میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا۔(۱)

مذکورہ خصائص و امتیازات کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و امتیازات کے متعلق بہتیری قرآنی آیات اور صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں اور علماء نے اس موضوع پر خاص کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں۔ یہاں اس مقام پر آپ کے خصائص کا احصاء کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف چند مشہور خصائص کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

انبیائے کرام کی زندگی سے حاصل ہونے والے دروس

ویسے تو انبیائے کرام کی پوری زندگی اسوہ و نمونہ ہوتی ہے اور ان کی زندگی کا ہر پل انتہائی قیمتی ہوتا ہے، مگر یہاں ہم چاہتے ہیں کہ ان کی زندگی سے حاصل ہونے والے بعض اہم عبرت و موعظت اور دروس و اسباق کو چند نکات کی روشنی میں بیان کر دیں تاکہ ہم اس کے ذریعہ اپنے آپ کا جائزہ لے سکیں اور اپنی زندگی میں پائی جانے والی خامیوں کی اصلاح و سدھار کر سکیں۔ وباللہ التوفیق

موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں

انبیاء و رسل نے دنیا میں محدود زندگی گزاری اور پھر داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی چند روزہ اور فانی ہے، یہاں کسی کو دوام و ہمیشگی نہیں ہے، سب کو ایک دن جامِ فنا پی کر آخرت کی راہ سدھارنا ہے۔ خواہ عام انسان ہوں یا انبیاء اور رسل ہی کیوں نہ ہوں؟ اس لیے ہمیں بھی ہمیشہ اپنی موت کو اپنی نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنے جاودانی زندگانی کی پرواہ کرنی چاہیے اور اسی کو بہتر و خوشحال بنانے کی کوشش و فکر کرنی چاہیے۔

ابتلاء و آزمائش بقدر دین و ایمان

انبیاء و رسل کی پوری زندگی ابتلا و آزمائش سے عبارت ہے باوجود کہ وہ اللہ کے مقرب ترین بندے تھے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا ابتلاء و آزمائش کی جگہ ہے اور یہاں ہر شخص کو

(۱) ترمذی ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب رقم الحدیث: ۳۶۱۳، ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعۃ رقم الحدیث: ۴۳۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۲۴۵، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

آزمائش اور پریشانی کا سامنا کرنا ہوگا۔ لہٰذا جو کوئی اپنے ایمان میں جتنا پختہ ہوگا اسی اعتبار سے اس کی آزمائش بھی سخت ہوگی۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”الأنبياء ثم الأمثل فالأمثلُ، يبتلى العبدُ علىٰ حسب دينهٖ، فإن كان فِيْ دينهٖ صُلباً اشْتدَّ بلاؤُهٗ، وإن كانَ فى دينهٖ رِقّةٌ ابتلى علىٰ حسب دينهٖ، فما يَبْرَحُ الْبلاءُ بالعبدِ حتّٰى يَتْرُكَه يَمْشِيْ عَلىٰ الأرْض، ومَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ“ انبیاء کی، پھر ان کے بعد جو سب سے افضل ہیں پھر جو ان کے بعد افضل ہیں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوگی اور اگر اس کا دین (وایمان) نرم یعنی کمزور ہو تو اس کے دین کے مطابق ہی آزمائش ہوگی۔ بندے پر مصیبت و آزمائش آتی رہتی ہیں حتیٰ کہ وہ اس زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا یعنی وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔(۱)

صبر و استقامت

مصائب و تکالیف اور قوم کی جانب سے تکذیب کے باوجود دامنِ صبر کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور زبان سے ناشکری کے کلمات نکالنے کے بجائے شکرِ الٰہی بجالانا اور ہدایت و حق پر ثابت قدمی کی دعا کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کا طرۂ امتیاز اور بہترین عمل رہا ہے۔ سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا کیا کرتے تھے:

”يَا مُقلِّبَ الْقُلُوْبِ ثبِّتْ قَلْبِيْ عَلىٰ دِيِنِكَ“ اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔(۲)

قوم والوں نے نبیوں اور رسولوں کو ہر ممکن طریقے سے زدوکوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں پھر بھی وہ لوگ شکوہ کناں نہیں ہوئے بلکہ تکالیف و مصائب کے باوجود ایک پل کے لیے بھی اپنے مشن سے غافل نہیں ہوئے اور عبادت و بندگی کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کے لیے ہمہ تن گوش رہے حتیٰ کہ ظالموں سے بدلہ لینے کے بجائے ان کی ہدایت کے لیے دعا کرتے رہے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

گویا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ نبیوں میں سے ایک نبی کا واقعہ

(۱) ابن ماجہ ابواب الفتن باب الصبر علی البلاء رقم الحدیث: ۴۰۲۳، ترمذی ابواب الزہد عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی الصبر علی البلاء رقم الحدیث: ۲۳۹۸، شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(۲) ترمذی ابواب القدر عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء ان القلوب بین اُصبُعی الرحمٰن رقم الحدیث: ۲۱۴۰، ابن ماجہ ابواب الدعاء باب دعاء رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث: ۳۸۳۴، شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

بیان فرمارہے تھے: انہیں ان کی قوم نے مارا اور وہ اپنے چہرے سے خون صاف کررہے تھے اور کہتے تھے: "رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَإِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اے میرے رب! میری قوم کو معاف کردے وہ جانتے نہیں ہیں (کہ وہ کیا کررہے ہیں)۔(۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف اس عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو (اسلام کی دعوت کے لیے طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا تھا، اس نے میری دعوت کو جو میں چاہتا تھا، قبول نہیں کیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا، قرن الثعالب پر پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ محسوس ہوا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے اور میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے، انوں نے مجھے آواز دی اور کہا: اللہ تعالیٰ، آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا ہے اور وہ بھی جو انوں نے آپ کو جواب دیا سن چکا ہے، آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو حکم چاہیں دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور مجھے سلام کیا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی گفتگو جو آپ سے ہوئی سن لی اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ اپنے معاملے میں مجھے حکم دیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "بَلْ أَرْجُو أَنْ یُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا یُشْرِكُ بِهِ شَیْئًا" بلکہ مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔(۲)

کامیابی کی ضمانت درست ایمان اور عمل صالح

انبیاء ورسل کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ درست ایمان اور عمل صالح ضروری امر ہے۔ ایمان اور عملِ صالح کے بغیر کسی نیک وصالح شخص کی قربت وہم نشینی اور انبیاء ورسل کی

(۱) بخاری کتاب احادیث الأنبیاء صلوات اللہ علیہم باب رقم الحدیث: ۳۴۷۷، ۶۹۲۹، مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ احد رقم الحدیث: ۱۷۹۲، ابن ماجہ کتاب الفتن باب الصبر علی البلاء رقم الحدیث: ۴۰۲۵

(۲) بخاری کتاب بدء الخلق باب إذا قال احدکم آمین والملائکۃ ...... رقم الحدیث: ۳۲۳۱، مسلم کتاب الجہاد والسیر باب مالقی النبی ﷺ من آذی رقم الحدیث: ۱۷۹۵، حدیث کا ترجمہ مسلم کی روایت کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔

نسبت وقرابت داری کامیابی کی ضامن نہیں ہوسکتی ہے۔ دراصل رب العالمین کے یہاں حسب ونسب کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے خواہ انبیاء ورسل کا اہل وعیال اور خاندان ہی کیوں نہ ہو؟ بلکہ اللہ کے یہاں ایمان اور عمل صالح ہی اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ یُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ" یعنی جس کے عمل نے اسے خیر کے حصول میں پیچھے رکھا اس کا نسب اسے تیز نہیں کرسکتا۔(۱) سیدنا نوح علیہ السلام کے چوتھے بیٹے "یام" کنعان نے جب دین الٰہی سے منحرف ہو کر شرک کی راہ اپنائی تو اسے عذاب الٰہی سے باپ کی نبوت ومحبت نہ بچاسکی، اللہ رب العالمین نے فرمایا:

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۗ وَنَادٰی نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ﴿۴۳﴾

ترجمہ: وہ کشتی انہیں پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر جارہی تھی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے پر تھا، پکار کر کہا کہ اے میرے پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں میں شامل نہ رہ۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا، نوح (علیہ السلام) نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں، صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔ (ہود: ۴۲-۴۳)

اور فرمایا:

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ﴿۴۶﴾

ترجمہ: نوح (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے، یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے، اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو، میں

(۱) مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث: ۲۶۹۹

تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہ۔ (ہود: ۴۵-۴۶)

سیدنا نوح ولوط علیہما السلام کی بیویوں نے جب کفر ونفاق کی راہ اپنائی تو شوہر کی نبوت ان کے کچھ کام نہ آئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا حال کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی، یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انھوں نے خیانت کی (یعنی کفر ونفاق میں مبتلا ہوئیں) پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے (کسی عذاب کو) نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا (اے عورتو!) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ۔ (التحریم: ۱۰)

قیامت کے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لیے سفارش کریں گے جسے اللہ تعالیٰ رد کردے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے (والد کے) چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجئے۔ ان کے والد کہیں گے کہ آج میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا، آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہوگا، اور پھر اس کا پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۱)

چچا ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے حمایتی تھے آپ سے انتہائی محبت کرتے تھے اور ہر موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سینہ سپر رہتے تھے لیکن چچا ہونے اور اس قدر مدد وحمایت کے باوجود جہنم کے عذاب سے ان کی گلوخلاصی نہیں ہوگی۔ سیدنا مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا رقم الحدیث: ۳۳۵۰

وقت وہاں ابوجہل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''چچا! ایک کلمہ ''لا إلٰه إلا الله'' کہہ دیں، میں اللہ کی بارگاہ میں آپ (کی بخشش) کے لیے اس کے ذریعہ حجت پیش کروں گا'' اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جائیں گے؟ یہ دونوں مسلسل یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے ان لوگوں سے آخری بات کرتے ہوئے کہا: وہ عبدالمطلب کے دین پر قائم ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں ان کے لیے اس وقت تک مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کردیا جائے گا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ ''پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔'' (التوبۃ: ۱۱۳) اور یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

''آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب واقف ہے۔'' (القصص: ۵۶)(۱)

جب ایمان وعمل صالح کے بغیر انبیاء ورسل کی قرابت داری اور طالحین کے حق میں ان کی سفارش سودمند نہیں ہوسکتی ہے تو پھر ناشائستہ وبدقماش قسم کے بزعم خویش اولیاء وصلحاء کی قرابت وہم نشینی یا ان کی سفارش ودعائے مغفرت کیوں کر نفع بخش ہوسکتی ہے؟ حکم واذنِ الٰہی کے بغیر تو انبیاء ورسل کو بھی شفاعت وسفارش کا اختیار نہیں ہوگا اور اور اجازت کے بعد بھی صرف انہیں لوگوں کی سفارش کریں گے جن کے سفارش کی رب تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائے گا اور پھر انہیں لوگوں کے لیے شفاعت وسفارش کی اجازت ملے گی جن کا دامن شرک کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہوگا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ:

اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا، کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق

(۱) بخاری کتاب مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب رقم الحدیث: ۳۸۸۴ وغیرہ، مسلم کتاب الایمان باب صحۃ اسلام من حضرہ الموت...... رقم الحدیث: ۲۴، نسائی کتاب الجنائز باب النہی عن الاستغفار للمشرکین، رقم الحدیث: ۲۰۳۵۔

تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ (سنو!) قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جس نے سچے دل سے یا سچے جی سے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه" کہا ہوگا۔(۱)

مذکورہ حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث پر غور کیجیے! کہ اللہ تعالیٰ نے صرف توحید کو شفاعت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور مشرکین کے اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ وہ غیر اللہ سے محبت اور ان کی عبادت کی بنا پر اور ان کو سفارشی سمجھ کر شفاعت کے مستحق قرار پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے اس زُعم باطل کے برعکس فرمایا کہ شفاعت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے توحید میں تجرید و اخلاص کا پایا جانا۔ جب اخلاص پیدا ہوجائے گا تو پھر اس کے لیے شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔ مشرکین کی جہالت یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جن کو انہوں نے اپنا ولی، دوست، اور سفارشی سمجھ رکھا ہے وہ اللہ کے یہاں ان کی سفارش کریں گے اور اس کی بارگاہ میں ان کے لیے نفع رساں ثابت ہوں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ بادشاہوں کے مقربین اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچا دیتے ہیں، مشرکین اس بات کو بھول گیے ہیں کہ اللہ کے یہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش کرنے کی جرأت نہ کرسکے گا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اُسی شخص کی سفارش ممکن ہے جس کے اعمال وافعال اور کردار پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا"۔(۲)

کتاب وسنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت وسفارش کی اجازت اور قبولیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اسے تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے، مگر شفاعت کے سلسلے میں بدعتیوں نے اتنی وسعت پیدا کرلی ہے کہ ہرکس وناکس کو اللہ تعالیٰ کا حمایتی وسفارشی بنالیا ہے۔ اور انبیاء واولیاء نیز شہداء اور نام نہاد پیر ومرشد کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ مختارِ کل ہیں، جب اور جسے چاہیں اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے چھٹکارا دلادیں گے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کرکے جس کو چاہیں گے بخشوالیں گے اور اللہ ان کی سفارش کو رد بھی نہیں کرے گا، اسی طرح یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں اور ان کی پہنچ اللہ کی بارگاہ میں ہے اس لیے اللہ نے انہیں شفاعت وسفارش کا اختیار دے رکھا ہے کہ جب اور جس کو چاہیں سفارش کے ذریعہ بچالیں، لہٰذا قیامت کے روز یہ لوگ ہمیں بھی اللہ کی پکڑ سے بچالیں گے اس لیے ہم ان کی شفاعت کے طلب گار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام باتیں مشرکانہ ہیں اور اس

(۱) بخاری کتاب العلم باب الحرص علیٰ الحدیث رقم الحدیث: ۹۹ وکتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار رقم: ۶۵۷۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۸۸۵۸

(۲) مختصر ھدایۃ المستفید اردو ترجمہ فتح المجید شرح کتاب التوحید، صفحہ: ۱۰۵

طرح کے عقیدہ رکھنے والوں کے لیے شفاعت ہوگی ہی نہیں، شفاعت تو ایمان وتوحید کی بنیاد پر ہوگی۔ اس طرح کا باطل عقیدۂ شفاعت رکھنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾

ترجمہ: اور اگر تم ہمارے پاس تنہا تنہا آگئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمھارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں۔ واقعی تمھارے آپس میں تو قطع تعلق ہوگیا اور وہ تمھارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا۔ (الانعام: ۹۴)

سفارش صرف اہل ایمان گناہگاروں کے لیے ہوگی، کافر ومشرک، اللہ کے باغی اور بدعقیدہ لوگوں کے لیے نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: کہہ دیجیے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکارلو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہوجائے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا، اور وہ بلند وبالا اور بہت بڑا ہے۔ (سبا: ۲۲-۲۳)

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ: بارِ الٰہا! ہمیں رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی عظمت وبلندی کو سمجھنے اور ان کی سیرت وکردار کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں آخری نبی کی لائی ہوئی شریعت وکتاب اور دین اسلام پر کما حقہ چلنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں پیارے رسول محمد ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ آمین

وآخر دعوانا عن الحمد للّٰہ رب العالمین، وصلی اللّٰہ علیٰ نبیہ الکریم